ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

9 اپریل 2003ء - ۶ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

- اب کس کی باری ہے؟ (تجزیہ)
- خلیج کی حالیہ جنگ۔ جنگوں کی ماں؟ (عالم اسلام)
- موجودہ حالات میں اُمت مسلمہ کے لئے لائحہ عمل (منبر و محراب)

www.tanzeem.org

جلد 12 شمارہ 12

عبادتِ رب کا مفہوم

’’اس روئے زمین پر حقیقی خیر اور فلاحِ انسانی کی واقعی ضمانت اس وقت میسر آ سکتی ہے جب انسانی قلب اور اللہ سبحانہٗ کے درمیان ایک مضبوط‘ پائیدار اور زندہ رشتہ استوار ہو اور اسی صورت میں یہ ضمانت بھی مل سکتی ہے کہ دنیا میں تمام انسانوں کے اپنے خالق سے ارتباط سے حق اور عدل قائم ہو جائے اور تمام انسان باہمی انسانیت کا رشتہ محسوس کریں۔ اسلام چونکہ اس حقیقت سے آشنا ہے اس لئے اس نے عبادتِ الٰہی کو اپنے نظامِ تربیت کی اساس اور تمام نظامِ زندگی کا محور بنایا ہے۔

اسلام انسان کو تربیت دیتا ہے کہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کا اللہ سے تعلق برقرار رہے‘ اس کا تعامل اللہ کے ساتھ ہو‘ اس میں خشیت الٰہی‘ اللہ کی محبت اور اس کے بتائے ہوئے منہاجِ زندگی کی جانب رجوع کا جذبہ موجود ہو‘ خواہ وہ اپنی خلوت میں ہو یا اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ ہو‘ عبادت میں مصروف ہو یا عملی جدوجہد میں لگا ہوا ہو‘ صنعت و تجارت میں مصروف ہو یا کارِ سیاست انجام دے رہا ہو‘ صلح و آشتی کے لمحات میں ہو یا نزاع اور جنگ کے اوقات میں۔

چنانچہ اسلام میں عبادت کا مفہوم یہ ہوا کہ عابد کی پوری زندگی اور اس کے تمام اعمال پر خشیت الٰہی محیط ہو‘ اس کا اللہ سبحانہٗ سے مسلسل تعلق قائم رہے اور وہ اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق عملی زندگی گزارے۔

عبادت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ انسان تارک الدنیا زاہد بن جائے اور رہبانیت اختیار کر لے۔ عبادت کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ انسان بڑی عاجزی اور نیازی سے نمازِ پنج گانہ ادا کرلے اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر پہلے ہی کی طرح کا لالچی‘ خودغرض اور ظالم انسان بن کر باہر آ جائے‘ وہ بارِ امانت کے اٹھانے اور نصرتِ حق کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس انسان کا ابھی اللہ سے رشتہ استوار نہیں ہوا۔ یہ ابھی تعلق باللہ کی منزل میں داخل نہیں ہوا۔ یہ تعلق باللہ کی منزل کا مسافر نہیں ہے بلکہ یہ راستے کے سائے میں بیٹھ کر آرام کرنے والا ہے۔

عبادت تو وصول الی اللہ کی جانب مسلسل سفر ہے اور بغیر رکے ہوئے چلنا ہے‘ اس طرح کہ راستے میں عبادات کے مقام پر ٹھہر کر سالکِ راہِ حق کچھ زادِ راہ حاصل کر لے‘ سفر کی تیاری کر لے اور آگے چل پڑے‘‘۔

(سید محمد قطب شہیدؒ کی ایک تحریر سے اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج وَلَا تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْہِ ج فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ۝ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ط فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝ اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ بِالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ص وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۝﴾ (آیت 190تا194)

''اورتم اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جوتم سے جنگ کرتے ہیں مگر زیادتی نہ کرنا کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔اوران کو قتل کرو جہاں بھی ان سے مڈبھیڑ ہو جائے اورانہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔اور مسجد الحرام کے قریب ان سے جنگ نہ کرو۔الا یہ کہ وہ اسی میں لڑائی شروع کردیں اوراگر وہ اس جگہ تم سے لڑائی کریں تو پھر تم بھی ان سے جنگ کر سکتے ہو ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔اوران سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے علاوہ کسی پر زیادتی روا نہیں۔ ماہ حرام میں جنگ کا بدلہ ماہِ حرام میں ہی ہوگا اور تمام حرمتوں میں بدلہ کی یہی صورت ہوگی لہٰذا اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے''۔

مکی دور میں رسول اللہؐ کا صحابہ کرامؓ کو حکم تھا کہ کفار کے مظالم کے جواب میں تم کوئی کارروائی نہیں کرو گے۔یعنی ہر مصیبت اور تکلیف کو جھیلو' برداشت کرو اور صبر کرو۔انہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔مگر اب مدنی دور شروع ہوا تو صورت حال بدل گئی۔مسلمانوں کے ہاتھ کھول دیئے گئے کہ اب تم ان کے ساتھ جنگ کر سکتے ہو' جو تمہارے ساتھ جنگ کریں۔اب اینٹ کا جواب پتھر سے دو'ہاں دیکھو زیادتی مت کرنا کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔پہلے انہوں نے تم پر شدید مظالم ڈھائے تو اب تم بھی انہیں نشانہ بنا سکتے ہو۔یہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ حق کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر کے فتنہ کا موجب بن رہے ہیں اور یہ فتنہ وفساد قتل سے بڑھ کر ہے کیونکہ فتنہ وفساد کئی لوگوں کے قتل کا سبب بن سکتا ہے۔ہاں یاد رکھنا کہ مسجد حرام کے پاس جنگ نہ کرنا کہ وہ امن واحترام کی جگہ ہے۔لیکن اگر کفار حرم کعبہ میں تم سے لڑائی کریں تو تم بھی جوابی کارروائی کر سکتے ہو'البتہ ابتدا تمہاری طرف سے نہ ہو' پہل کرنے کی اجازت نہیں۔ جوابی حملے میں تمہیں حق ہوگا کہ کافروں سے قتال کرو'انہیں قتل کرو۔کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ہاں' اگر وہ باز آ جائیں' اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت چھوڑ دیں' دین کی دشمنی کا رویّہ بھی ترک کر دیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اب جبکہ تمہیں اجازت ہوگئی اور قتال فی سبیل اللہ کا دور شروع ہوگیا تو اب یہ جنگ جاری رہے گی یہاں تک کہ فتنہ وفساد بالکل ختم ہو جائے' اللہ کے دین کی مخالفت بند ہو جائے اور دین کل کا کل اللہ کے لئے ہو جائے۔یہ سارے معاملات میں اللہ کا حکم نافذ ہو جائے اور اللہ کے قوانین کے مطابق فیصلے ہوں......اگر وہ باز آ جائیں تو پھر زیادتی نہیں کی جا سکتی مگر اُن پر جو ظلم کرنے والے ہیں۔

محترم مہینے کا بدلہ بھی محترم مہینہ ہوگا' یعنی اگر انہوں نے کسی ماہ حرام میں تمہارے ساتھ جنگ شروع کر دی تو تم یہ نہ سوچو کہ ہم اس ماہ میں جوابی کارروائی کیسے کریں۔نہیں بلکہ اس موقع پر تمہیں جوابی کارروائی کی اجازت ہے۔ایسی صورت میں بدلے کی روش اختیار کرنا ہوگی۔پھر جو کوئی بھی تم پر زیادتی کرتا ہے تو تم بھی اس کے ساتھ زیادتی کرو۔جیسے اس نے تم پر زیادتی کی۔یعنی یہ کوئی بدھ مت کے بھکشوؤں کا مذہب نہیں۔وہ دور گزر گیا جو تیاری کا تھا اور ہاتھ باندھے رکھنے کا حکم تھا۔البتہ خوف خدا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔تمہیں خواہ مخواہ کی زیادتی کرنے کی اجازت نہیں۔جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار لوگوں کے ساتھ ہے۔

فرمانِ نبوی　　　چوہدری رحمت اللہ بٹر

بچا کر نہ رکھو!

((عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن آدم ان تبذل الفضل خیر لک وان تمکسہ شر لک ولا تلام علی کفاف وبدأ بمن تعول (رواہ مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے آدم کی اولاد' اگر تو بچت کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے گا تو یہ تیرے لئے خیر کا سامان ہوگا اور اگر بچت کو جمع کرے گا تو یہ برائی پیدا کرے گی اور کفالت کی حد تک جمع رکھنے میں ملامت نہیں ہے اور جب خرچ کرو تو ابتدا ان سے کرو جو تمہاری ذمہ داری میں ہیں۔

انسان کی بچت فاضل سرمایہ ہوتا ہے جسے یا تو دنیا کا سامان جمع کرنے کے لئے وہ استعمال کرے گا یا پھر آخرت کا توشہ بنانے کے لئے' اور ظاہر ہے آخرت کا سرمایہ بہترین سرمایہ ہے اور دنیا کی دولت تو انسان کو دنیا کے ساتھ ملوث کر دیتی ہے جس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔اپنی آمدن کے لحاظ سے ماہانہ اخراجات یا سالانہ معاش کی حد تک جمع رکھنا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن خرچ کرنے میں سب سے پہلے گھر والے اور پھر قرابت دار ہی حقدار ہیں۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

فیصلے کی گھڑی

عراق کے شہروں، خصوصاً بغداد پر امریکی اور برطانوی طیاروں کی ہولناک بمباری جاری ہے۔ ہزاروں بے گناہ شہری ہلاک وزخمی ہو چکے ہیں۔ روزانہ بے شمار عمارتیں ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہوتی اور سینکڑوں کی تعداد میں عراقی عوام خون میں نہلائے جاتے ہیں۔ امریکہ کی اس غنڈہ گردی، ہٹ دھرمی اور ظالمانہ کارروائی پر ملتِ اسلامیہ کا ہر دردمند فرد تو خون کے آنسو رو تا ہی ہے، پورا عالم انسانیت بھی بلاتفریق دین ومذہب سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر نکل آیا ہے لیکن امریکی صدر جارج ڈبلیو بش جو خود کو "مامور من اللہ" سمجھتا ہے، بہر صورت عراق پر قبضے کے دیرینہ خواب کی تکمیل چاہتا ہے۔ گریٹر اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کرنا وہ اپنا دینی ومذہبی فریضہ گردانتا ہے۔ امریکہ کو خلاف توقع عراق میں شدید مزاحمت کا سامنا ہے۔ اس کا اچھا خاصا جانی ومالی نقصان ہو چکا ہے اور امریکہ کو بادل نخواستہ یہ اعتراف کرنا پڑا ہے کہ یہ جنگ خاصی طویل ہو سکتی ہے۔ مغربی پریس رمز فیلڈ کے جنگی پلان کو شدید طور پر تنقید کا نشانہ بنا رہا ہے۔ اخباری ذرائع کے مطابق خلیج میں موجود امریکی واتحادی فوجیوں کے حوصلے پست نظر آتے ہیں ____ دوسری جانب نہ صرف یہ کہ صدام حسین امریکہ کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہوا ہے بلکہ عراقی عوام بھی بے پناہ جرات وحوصلے کے ساتھ امریکی وحشیانہ جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ پورے عالم عرب سے جوشیلے اور جذبہ جہاد رکھنے والے نوجوان بھی کھنچ کر عراق پہنچ رہے ہیں ____ امریکہ نے عراق کے خلاف حالیہ جنگ کی عمارت اپنی اخلاقی شکست کے ملبے پر اٹھائی ہے ____ اس نے پورے عالم اسلام کو اپنا مخالف تو بنا ہی لیا ہے، عالم عیسائیت کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ بش نے بہت بڑا جوا کھیلا ہے۔ اس کی ناکامی امریکہ کو معاشی واخلاقی موت سے دوچار کر سکتی ہے۔

صدام حسین اور عراقی عوام کی جانب سے غیر معمولی مزاحمت جہاں امت مسلمہ کے لئے نیک شگون کا درجہ رکھتی ہے، وہیں خوفناک اندیشوں کا ایک سیلاب بھی اس کے جلو میں موجزن نظر آتا ہے۔ یہ صورتِ حال امریکی صدر کی جھنجھلاہٹ اور اشتعال میں مزید اضافے کا موجب بن سکتی ہے۔ اپنے ناپاک عزائم کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ اور مزاحمت کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کے لئے امریکہ بڑے سے بڑا قدم اٹھانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ خود کو عراقی عوام کے مسیحا کے طور پر پیش کرنے والا جارج بش ہلاکو خان بن کر کیمیائی یا ایٹم بم کے ذریعے عراقی عوام کا نام ونشان مٹانے سے بھی باز نہیں رہے گا، اعاذ نا اللہ من ذالک

اللہ کی طرف سے اگر کوئی خصوصی معاملہ نہ ہوا تو پورے عراق پر امریکی قبضہ تقدیر مبرم کا درجہ رکھتا ہے۔ امریکہ کو اپنی حتمی کامیابی کا یقین کامل حاصل ہے ____ عراق کی شکست کو یقینی جانتے ہوئے اس نے اپنے اگلے ہدف کی جانب پیش قدمی کا آغاز کر دیا ہے، گو یہ ابھی بیانات تک محدود ہے لیکن حالات کے رخ کو دیکھ کر آنے والے وقت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ مختلف بہانوں سے پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرانے بلکہ فرد قراردادِ جرم عائد کرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔ پاکستان پر الزام ہے کہ اس نے شمالی کوریا کو ایٹمی ٹیکنالوجی منتقل کی ہے اور اس جرم کی پاداش میں پہلے قدم کے طور پر کہوٹہ لیبارٹریز پر پابندی کا فیصلہ سنایا جا چکا ہے ____ پاکستان کے خلاف امریکہ کے اس یکطرفہ اقدام کے ردعمل میں پورے ملک میں امریکی تسلط کے خلاف آوازیں اٹھنے لگی ہیں۔ ملک کے اکثر طبقات بجا طور پر پُر زور انداز میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ اس امریکی دھونس کے جواب میں امریکہ کے ساتھ تعاون کے خاتمے کا اعلان کرے، امریکہ کو فراہم کئے گئے اڈوں کو خالی کروائے اور ایف بی آئی کے اہلکاروں کو ملک سے بے دخل کرے ____ حقیقت یہ ہے کہ فیصلے کی گھڑی آن پہنچی ہے ____ ہم نے "عالم اسلام کے خاتمے" کی امریکی مہم میں امریکہ کے اتحادی بن کر جو شرمناک کردار ادا کیا ہے اس کا سلسلہ اب ختم ہونا چاہئے۔ ہمیں پوری امت کا ساتھ دیتے ہوئے کھل کر امریکی جارحیت کی مذمت کرنی چاہئے اور کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے کی بجائے مسلم اُمہ کو ساتھ ملاتے ہوئے پوری جرأت وہمت کے ساتھ امریکی عزائم کے مقابل چٹان بن کر کھڑے ہو جانا چاہئے۔ بصورتِ دیگر بھیڑ بکری بن کر ہمیں اپنی باری کا انتظار کرنا ہوگا اور امریکی جلاد کی چھری سے ہمیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا ____ ایک بات یاد رہے کہ امریکہ جیسے پاگل ہاتھی سے لڑائی مول لینے کے ساتھ اگر ہم بحیثیت قوم اللہ کا دامنِ رحمت تھام لیں تو دنیا کی واحد سپر پاور کے مقابلے میں کائنات کی واحد سپریم پاور ہمارے لئے کافی ہو جائے گی۔ (اللھم وفقنا لھذا) ورنہ اندیشہ ہے کہ ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں! ○○

قیام خلافت کا نقیب

نداۓ خلافت

جلد 12 شمارہ 12

3 تا 9 اپریل 2003ء

(۳۰ محرم الحرام تا ۶ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ)

○

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود، مرزا ایوب بیگ

سردار اعوان، محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

○

پبلشر: محمد سعید اسعد مختار، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

○

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ

.... 1500 روپے

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ

.... 2200 روپے

امت کے زوال اور ذلت و رسوائی کا اصل سبب قرآن حکیم سے اعراض کرنا ہے

موجودہ صورتِ حال اللہ کی نافرمانی کے سبب امت مسلمہ پر عذاب الٰہی کی مظہر ہے

عالم کفر کا مشترک ہدف وہ مسلمان ہیں جو اسلام کو بحیثیت دین نافذ کرنا چاہتے ہیں

امریکہ سے کوئی بعید نہیں کہ وہ عراق میں ہیروشیما اور ناگاساکی کی تاریخ دہرانے کی کوشش کرے

اگر امت اپنے اصل فرض منصبی یعنی دین حق کے قیام کے لئے کمربستہ ہو جائے تو اللہ کی مدد شامل حال ہو جائے گی

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 28 مارچ 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

جس کیفیت سے اس وقت امت مسلمہ گزر رہی ہے اس کے دو رُخ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ امریکہ' جس کی پشت پر یہود کی صورت میں ایک شیطانی قوت مسلط ہے' عدل و انصاف' انسانیت اور اخلاق کے تمام اصولوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے کھلی جارحیت پر اترا ہوا ہے اور اسرائیل کو خوش کرنے کے لئے کمزور مسلمان اقوام کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہے۔ اگرچہ عراق کے خلاف امریکہ کے حالیہ اقدام میں عیسائی دنیا کا ایک بڑا حصہ امریکہ کی حمایت نہیں کر رہا لیکن مسلم دشمنی میں یہ سب ایک ہیں۔ یہ کیفیت بھی شاید اس لئے ہے کہ اس وقت امریکہ کے پاس عراق پر حملے کا کوئی معقول بہانہ نہیں تھا جس کی بنا پر وہ جنگ کی حمایت حاصل کر پاتا' یا ان کی آپس میں کچھ مخالفت حصوں کی تقسیم پر ہے کہ فرانس اور جرمنی کو اتنا حصہ نہیں مل رہا جتنا امریکہ اپنے اور اسرائیل کے لئے رکھنا چاہتا ہے۔ دراصل عالم کفر کا اولین اور مشترک ہدف وہ مسلمان ہیں جو دین کا حرکی تصور رکھتے ہیں اور اسلام کو بحیثیت دین نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے خلاف جنگ کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ''دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ'' کا نام دیا ہے۔

اس صورت حال کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ امت مسلمہ پر یہ مصیبت بحیثیتِ امت اللہ کی نافرمانی کے سبب آئی ہے اور عذاب الٰہی کا ایک مظہر ہے۔ کیونکہ پوری امت اللہ کے دین سے غداری کی مرتکب ہوئی ہے۔ ہر جگہ دین حق کی بجائے باطل نظام رائج و نافذ ہے۔ امت میں اگرچہ ایسے افراد موجود ہیں جو واقعی اللہ اور اس کے وفادار ہیں لیکن وہ بھی خال خال ہیں ۔

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

لیکن اقوام کی تقدیر کا انحصار افراد پر نہیں بلکہ قوم کی مجموعی صورتِ حال پر ہوتا ہے ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف

چنانچہ اس وقت ہمیں اپنے ملی و قومی گناہوں ہی کی سزا مل رہی ہے۔ اور یہ تاریخ انسانی کا پہلا معاملہ نہیں ہے بلکہ ہم سے پہلی مسلمان امت بنی اسرائیل پر بھی اللہ کی نافرمانی کے سبب اسی طرح کے عذاب آئے ہیں۔

بہرحال اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ امریکہ کو توقعات کے برخلاف عراق میں شدید مزاحمت (Resistance) کا سامنا ہے۔ عراقی افواج ڈٹ کر امریکہ کا مقابلہ کر رہی ہیں اور صرف عراقی عوام ہی نہیں پورے عالمِ عرب میں امریکہ کے خلاف شدید جذباتی فضا پیدا ہو چکی ہے۔ تاہم اسی میں یہ اندیشہ بھی مضمر ہے کہ امریکہ جو اس وقت طاقت کے نشہ میں ''چُور'' ہے وہ جب دیکھے گا کہ مزاحمت بڑھ رہی ہے تو وہ بڑے سے بڑے ہتھیار کے استعمال سے دریغ نہیں کرے گا جو مسلمانوں کی بہت بڑی تباہی کا سبب بن سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی میڈیا میں اس طرح کی خبروں کو زبان زد عام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ''عراقی افواج کیمیائی ہتھیار استعمال کرنے کی تیاری کر رہی ہے'' تاکہ اس کی بنیاد پر اس قسم کے اقدام کا جواز پیدا کیا جا سکے۔ امریکہ جس بے اصولی کا مظاہرہ کر رہا ہے تو کوئی بعید نہیں کہ امریکہ خود ایسے ہتھیار استعمال کر کے عراق پر الزام لگا دے اور یہاں ہیروشیما یا ناگاساکی کی تاریخ دہرانے کی کوشش کرے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس عذاب سے بچنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ امت مسلمہ کے لئے قیامت تک تمام مسائل کا حل قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ لہٰذا موجودہ صورت حال کے حوالے سے اللہ کے عذاب سے نجات کے لئے ہمیں قرآن مجید میں وارد شدہ قوم یونسؑ کے احوال اور بعض دیگر آیاتِ مبارکہ سے رہنمائی ملتی ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کے عذاب کی مستحق ہو چکی ہو اور وہ اگر اجتماعی توبہ کرتے ہوئے اپنے عمل کی اصلاح کر لے اور اپنے اصل فرض منصبی یعنی دین حق کے قیام کے لئے کھڑی ہو جائے تو امید ہے کہ نہ صرف یہ عذاب ٹل جائے گا بلکہ اللہ کی مدد بھی آ سکتی ہے۔ اس امت مسلمہ کی وہ کیا ذمہ داری ہے جس کو ادا نہ کرنے کے باعث اس پر یہ عذاب مسلط ہوا ہے؟ اس کا ذکر سورۃ آل عمران میں بیان کیا گیا:

> ''اے اہلِ ایمان' اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے۔ اور تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم اللہ کے مطیع و فرمانبردار ہو۔ اور مضبوطی سے پکڑو اللہ کی رسی کو سب مل کر اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی' تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا' اسی طرح وہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم ہدایات پاؤ''۔
>
> (آل عمران: ۱۰۲ تا ۱۰۳)

ان آیات میں موجودہ اُمت مسلمہ کے لئے اُس لائحہ عمل کو بیان کیا گیا ہے کہ جس کو ادا کرنے کے لئے اس امت کو برپا کیا گیا۔ امت چونکہ افراد سے وجود میں آتی ہے لہٰذا سب سے پہلی بات افراد سے متعلق ہے کہ ہر فرد تقویٰ اختیار کرے۔ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کی نافرمانی اور ناراضگی سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے' یعنی اللہ نے جن چیزوں اور کاموں سے روک دیا ان سے رُک جائے اور جن چیزوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا انہیں اختیار کرے' یہاں تک کہ انسان شعوری طور پر یہ طے کر لے کہ میرا کوئی لمحہ اللہ کی معصیت میں نہ گزرے' ایسا نہ ہو

کہ عین حالتِ گناہ میں موت آ دھمکے۔ اگر انسان عزم مصمم کے ساتھ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی پوری کوشش کرے تو اللہ کی رحمت سے اُمید ہے کہ اللہ اس کی موت حالتِ اسلام ہی پر لائے گا۔

انفرادی طور پر تقویٰ اختیار کرنے کے بعد اب یہ افراد ایک امت کی حیثیت سے مل جل کر اللہ کی رسی یعنی (قرآن) کو مضبوطی سے تھامیں۔ یعنی رشد و ہدایت اور ایمان و یقین کا منبع قرآن حکیم کو سمجھ کر اس کی تعلیمات پر کاربند ہو جائیں اور قرآن کے عطا کردہ اجتماعی نظام کو قائم و نافذ کریں۔

اس اجتماعیت کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ تفرقے میں نہ پڑو اس لئے کہ جب تک امت متحد رہے گی عزت، وقار اور سربلندی پائے گی۔ یہ سربلندی انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر حبل اللہ یعنی قرآن سے تعلق کے نتیجہ میں حاصل ہو گی۔ ایک حدیث نبویؐ جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں اس نکتے کو اچھی طرح واضح کرتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت بعض اقوام کو عروج تک پہنچائے گا۔ اور (اسے چھوڑنے کی پاداش میں) بعض اقوام کو ذلیل و رسوا کرے گا۔

ان آیات مبارکہ میں موجودہ امت کے زوال و انتشار کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اسی کا اس حدیث میں ذکر ہے یعنی:

> اجتماعی سطح پر اللہ کی رسی یعنی قرآن کو نہ تھامنا۔ اسی کے نتیجے میں امت افتراق و انتشار کا شکار ہوتی ہے اور اسی کے نتیجے میں زوال سے دوچار ہوتی ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ اپنی کتاب "وحدت امت" میں شیخ الہند محمود الحسنؒ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انگریز کی قید سے آزادی کے بعد آپ نے ہندوستان آ کر ہندوستان کے علماء کو جمع کیا اور اپنے خطاب میں فرمایا کہ میں نے جیل کی تنہائیوں میں غور کیا ہے کہ اس امت کی ذلت و رسوائی کے دو اسباب ہیں۔

1۔ قرآن کو چھوڑ دینا۔

2۔ آپس کا انتشار و افتراق

مفتی شفیعؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ دونوں چیزیں ایک ہی ہیں۔ مسلمان جب قرآن کو چھوڑ دیں گے تو آپس میں منتشر اور متفرق ہو جائیں گے۔ یعنی صرف قرآن کو تھامنے سے ہی یہ متفق و متحد ہو سکتے ہیں۔ اس کی عملی مثال ان آیات کے اگلے حصے میں دے دی گئی کہ اوس اور خزرج کے قبائل جن میں قدیم دشمنی چلی آ رہی تھی اور وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اللہ نے ایمان اور قرآن کے سبب ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت ڈال دی اور انہیں تباہی و ہلاکت کے عذاب سے بچا لیا۔

موجودہ مسلمان امت بھی اس وقت کے آگ کے دہانے پر موجود ہے۔ اور تمام مسلم ممالک اپنی اپنی باری کے منتظر ہیں لیکن افسوس کہ ہم نہ تقویٰ کی روش اختیار کرنے کو تیار ہیں اور نہ ہی حبل اللہ یعنی قرآن پر جمع ہو رہے ہیں۔ جبکہ اس کے بغیر عالم اسلام موجودہ مصیبت سے نہیں نکل سکتا۔ اگر امت انفرادی اور اجتماعی سطح پر یہ دو کام کر لے تو اگلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ بحیثیت امت اسے کام کیا کرنا ہے فرمایا:

> "اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں"۔ (آل عمران: ۱۰۴)

یعنی اس صورتِ حال میں جب کہ پوری امت خوابِ غفلت میں ہے اور اپنی ذمہ داریوں کو بھول چکی ہے اب جن لوگوں کو اس ذمہ داری کا احساس ہو جائے ان کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل دیا گیا کہ i) خود گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے ان سے بچنے کا عزم مصمم کریں۔ ii) قرآن کو اپنا مرکز و محور بنائیں اور متحد ہوں۔ iii) ایک جماعت کی شکل اختیار کر کے لوگوں کو اللہ کے دین اور اللہ کے پیغام یعنی قرآن حکیم کی طرف بلائیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے پورے معاشرے کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کریں' اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کے نفاذ کی جدوجہد کریں۔ ان لوگوں کے لئے کہا گیا کہ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راہ کے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بھلا کے منزل کو راہوں کے درمیان کھو گئے!

(عزیز احمد صدیقی)

خوابِ دنیا کو سچ سمجھ کر نادان سو گئے — بھلا کے منزل کو راہوں کے درمیان کھو گئے
خدا سے اک زمیں مانگی تھی اطاعت کی شرط پہ — وطن ملا تو دغاباز نافرمان ہو گئے
کچھ غافلوں کو وقتی اختیار کیا ملا — وہ سمجھے وہ دوامی حکمران ہو گئے
صلوٰۃ و صوم کے پابند زکوٰۃ و حج کے پیروکار — نظام دین کے نفاذ سے انجان ہو گئے
کمزور تھا ایمان جن ایمانداروں کا — موقعے کے ملتے ہی وہ بے ایمان ہو گئے
کیوں ترک کر کے باحیا تہذیبِ محمدؐ — اغیار کی قدروں کے قدردان ہو گئے
غربا کو مفلسی کے مارے کم لباس تھے — اُمرا کیوں مغرب کے ترجمان ہو گئے؟
کر ڈالا اپنا مقصدِ وجود فراموش — مخلوقِ اشرف تھے' مثلِ حیوان ہو گئے
دولت سے جو خریدنا چاہتے تھے زندگی — لاحق اُنہیں بھی موت کے امکان ہو گئے
کُل زندگی حصول مال و زر میں کھپ گئی — اور خالی دست رُخصتِ جہان ہو گئے
جانا ہے آخرکار جب دوگز زمین میں — تعمیر کیوں محل نما مکان ہو گئے؟
جب ابتدا پانی ہے اور انجام ہے مٹی — کس بات پر مغرور یہ انسان ہو گئے؟
کتابِ رب کی تعلیمات کی خبر نہیں جنہیں — وہ دعویدار ہیں کہ مسلمان ہو گئے
کتنی بلند آواز میں نغمہ سرا تھے لوگ — دو آیتیں پوچھیں تو بے زباں ہو گئے
کرتے رہے نمود و نمائش سے جو تقویٰ — وہ سادہ لوگ حشر میں ذی شان ہو گئے

دنیا میں حکمِ رب کی جس نے میزبانی کی
بہشت میں اپنے رب کے وہ مہمان ہو گئے

اب کس کی باری ہے؟

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

یہ بات اب بالکل عیاں ہوگئی ہے اور مزید کسی تصدیق کی محتاج نہیں رہی کہ امریکہ کے جنگجویانہ رویہ کے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ اپنی روبہ زوال معیشت کو مستحکم کیا جائے لہٰذا کوئی نہ کوئی عذر تراش کر معدنی دولت رکھنے والے ممالک پر امریکہ چڑھائی کر رہا ہے۔ دوسرا مقصد اسرائیل کو تا قیامت محفوظ و مامون بنا دیا جائے اس کام کی تکمیل کے لئے اس کی سرحدوں کو پھیلا دیا جائے اور مکمل طور پر محفوظ بنا دیا جائے۔ مزید برآں دنیا کے کسی حصہ میں اگر کوئی ملک اسرائیل مخالف جذبات رکھتا ہے تو اُس سے ایسے ہتھیار چھین لئے جائیں یا تباہ کر دیئے جائیں جن سے اسرائیل کی سلامتی کو کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہو۔ ان دونوں مقاصد کے حصول کے لئے امریکہ افغانستان اور عراق پر جنگ تھوپ چکا ہے اور کچھ دوسرے ممالک جو اُس کی ہٹ لسٹ پر ہیں اُن پر حملہ آور ہونے کے لئے ہر روز وائٹ ہاؤس پینٹاگون یا سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں اور قرائن بتاتے ہیں کہ ان پر مختلف الزامات لگائے جائیں گے پھر جس ملک پر جو الزام زیادہ مناسب محسوس ہوگا اُس کی آڑ میں اس پر جنگ مسلط کر دی جائے گی جبکہ حقیقی اسباب وہی ہوں گے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں یعنی اُس ملک کے معدنی وسائل کی لوٹ مار یا اسرائیل کا مکمل اور جامع تحفظ۔ افغانستان اور عراق پر جنگ مسلط ہو چکی ہے ایران اور شمالی کوریا کو بدی کا محور قرار دیا جا چکا ہے شام اور پاکستان پر طرح طرح کے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ طویل منصوبہ بندی اور غور و فکر کے بعد شروع کیا گیا ہے۔ یہودیوں نے امریکی رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے بلکہ صحیح تر الفاظ میں اُنہیں ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کے لئے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا۔ امریکی عوام کو بتایا گیا کہ دہشت گرد اتنے طاقتور ہو گئے ہیں کہ انہوں نے امریکہ میں اتنی بڑی کارروائی کر کے اُن کی سلامتی کو نقصان پہنچایا ہے اور آگے بڑھ کر اس خطرہ کا تدارک نہ کیا گیا تو آنے والے وقت میں امریکی اپنے ملک میں بھی محفوظ نہیں رہیں گے نائن الیون کا واقعہ اتنا زبردست تھا کہ دنیا نے امریکہ سے اظہار ہمدردی کیا اور جب مدعی کی حیثیت سے امریکہ نے اسامہ بن لادن اور طالبان افغانستان کو بطور ملزمان نامزد کر دیا تو دنیا کے اکثر ممالک بغیر ثبوت طلب کئے ہمدردی کی رو میں بہہ کر افغانستان پر حملہ کے لئے بنائی گئی عالمی کولیشن میں شامل ہو گئے۔ عالمی کولیشن کے اتنی جلدی وجود میں آ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ طالبان نے اپنے ہمسایہ روس، چین، ایران، وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں سے بگاڑ پیدا کر لی تھی۔ پاکستان کو گن پوائنٹ پر اس کولیشن میں شامل کر لیا گیا۔ بہرحال امریکہ نے ایک ماہ کے اندر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ وہاں کارپٹ بمباری کی اور اتنی شدید کی کہ طالبان کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ وہ شہر

ابوالحسن

خالی کر دیں اور گوریلا جنگ کے لئے اپنی جانیں بچا کر پہاڑوں میں روپوش ہو جائیں۔ یہودیوں کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ امریکی انتظامیہ کے سامنے واقعات و حالات اس طرح رکھتے ہیں کہ انہیں دولت کے حصول کا لالچ دیا جائے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ امریکی دولت کے زبردست پجاری ہیں اور ہوس زر میں اندھے ہو جاتے ہیں پھر امریکی طاقت استعمال ہو اور یہودی سیاسی و عسکری فوائد سمیٹیں۔ نائن الیون کا ڈرامہ کرنے کا اصل پلان یہ تھا کہ کم از کم تین مسلم ممالک کو اس کی لپیٹ میں لیا جائے افغانستان کی طالبان حکومت پر براہ راست الزام دھر دیا جائے پاکستان کو طالبان کی حمایت میں لپیٹ لیا جائے اور یہودی پلان کے مطابق اُسی وقت عراق پر بھی حملہ کر دیا جائے تا کہ گریٹر اسرائیل کے قیام کی بنیاد رکھ دی جائے، لیکن یہ پلان اس طرح فیل ہوا کہ پاکستان امریکہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور امریکہ نے عراق پر حملہ کر کے بیک وقت دو محاذ کھولنے سے انکار کر دیا۔ یہودیوں کا خیال یہ تھا کہ اور اُن کے نکتہ نظر سے سو فیصد درست تھا کہ ایسا سازگار ماحول پھر نصیب نہیں ہوگا۔

افغانستان کی تباہی سے یہودیوں کو یہ فائدہ تو ہوا کہ وہ امریکہ کو جس راستے پر ڈالنا چاہتے تھے امریکہ اُس راہ پر چل نکلا لیکن اسرائیلی مملکت کے تحفظ کے حوالے سے محض افغانستان کی تباہی سے یہودیوں کے عزائم کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی لہٰذا جونہی امریکہ افغانستان سے کسی قدر فارغ ہوا عراق کے مسئلہ کو زوردار طریقہ سے اٹھا دیا گیا۔ کہا گیا کہ عراق کے پاس وسیع پیمانہ پر تباہی پھیلانے والے آلات اور اسلحہ ہے اقوام متحدہ کے ممالک نے امریکہ کی زور آوری کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک قرارداد نمبر 1441 منظور کی جس کے تحت اقوام متحدہ کے مقرر کردہ اسلحہ انسپکٹر عراق کی تلاشی لیں گے اور اُسے غیر مسلح کریں گے۔ اسرائیل نے اس امید پر بات کو آگے بڑھنے دیا کہ شاید کسی موقعہ پر عراق تلاشی وغیرہ کے سلسلہ میں اڑ جائے تو اسے بہانہ بنا کر قرارداد 1441 کے تحت کارروائی کرائی جائے لیکن اس مرتبہ صدام حسین سنبھل چکا تھا وہ اقوام متحدہ کے تمام مطالبات تسلیم کرتا چلا گیا اس نے ذاتی صدارتی محل کی تلاشی دینے سے بھی انکار نہ کیا۔ الصمود میزائل کو انسپکٹروں نے اقوام متحدہ کی مقرر کردہ حدود سے زیادہ رینج والا میزائل قرار دیا۔ عراق فوری طور پر یہ میزائل تباہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ چیف انسپکٹر کی سلامتی کونسل کے سامنے کئی مرتبہ پیشی ہوئی، ہر مرتبہ اس نے عراق کی طرف سے مکمل تعاون کا ذکر کیا اس وقت تک فرانس، روس اور چین امریکہ کے حقیقی عزائم کو جان چکے تھے لہٰذا انہوں نے بھی اقوام متحدہ کی پر امن طریقے سے غیر مسلح کرنے کی بات بڑی شد و مد سے کی۔ امریکہ اور اسرائیل نے جب دیکھا کہ حیلے بہانوں اور چرب زبانی سے بات نہیں بن رہی تو وہ غنڈہ گردی پر اتر آئے۔ جارحیت کی اجازت لینے کی قرارداد سلامتی کونسل سے واپس لے لی کیونکہ اس کے لئے مطلوبہ حمایت حاصل نہیں تھی اور صدام حسین کو 48 گھنٹے کا نوٹس دے دیا گیا کہ وہ عراق سے فیملی سمیت نکل جائے، لیکن اس خدشہ کے تحت کہ کہیں وہ یہ مطالبہ بھی نہ مان لے اور عراق پر قبضہ کا موقعہ ہاتھ سے نہ چلا جائے یہ اضافہ کر دیا گیا کہ صدام حسین عراق چھوڑ دے اور ہماری افواج کو پر امن طور پر عراق میں داخل ہونے دیا جائے۔

اب آیئے! اس نکتہ پر کہ عراق کے بعد کس کی باری ہے؟ امریکی رویہ سے ایک بات تو واضح ہوگئی کہ اگر طالبان اسامہ کو امریکہ کے حوالے کر دیتے اور صدام حسین عراق سے نکل جاتے تب بھی افغانستان اور عراق پر لازماً حملہ ہوتا

کیونکہ حملہ اور قبضہ کے بغیر وہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تھے جن کا ذکر شروع میں کیا گیا ہے لہٰذا جن ممالک کے نام ہٹ لسٹ پر ہیں وہ امریکی مطالبات کو تسلیم کرنے سے پہلے امریکہ کے اصل مقاصد پر نگاہ رکھیں' جہاں تک شام اور ایران کا تعلق ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ امریکی انتظامیہ پر مسلط یہودی گروپ امریکی حکومت کو یہ مشورہ دے رہا ہے کہ ان کا قصہ بھی اس جنگ کے دوران نمٹا دیا جائے۔ اس وقت تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ عراق کی مدد کرنے کی وجہ سے شام پر حملہ ناگزیر ہو گیا تھا اور شام پر حملہ کئے بغیر عراقی عوام کو صدام حسین کے جبر اور ظلم سے آزادی نہیں دلوائی جا سکتی اگر ایک مرتبہ جنگ بند ہو گئی تو علیحدہ طور پر شام پر حملہ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا کیونکہ دنیا جنگ کی سخت مخالف ہو چکی ہے اور وہ بار بار جنگ چھیڑنے پر امریکہ کی دشمن ہو جائے گی چنانچہ پہلے عراقی حکومت کو اسلحہ دینے کا الزام لگایا گیا جب شامی حکومت نے تردیدی بیان جاری کیا اور عراق شام سرحد پر صحافیوں کو دورہ کرایا تو اسرائیل کی طرف سے شام پر یہ الزام لگایا گیا کہ عراق اپنے وسیع پیمانہ پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار شام میں چھپائے ہوئے ہیں اگرچہ اس سے پہلے بھی مختلف عذر تراشتے ہوئے بش اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے دبا دیتے تھے تاکہ پریس اور کیمرہ کے سامنے خود ان کی ہنسی نہ نکل جائے لیکن شام میں عراقی ہتھیار چھپانے والا الزام تو کچھ اپریل فول والا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا جونہی عراق کے خلاف جنگ میں امریکی گرفت مضبوط ہو گئی شام کو بھی کسی نہ کسی بہانے گھسیٹ لیا جائے گا۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اگرچہ الزام تراشی کا سلسلہ منصوبے کے مطابق شروع ہو گیا ہے' لیکن راقم کی رائے میں پاکستان کو اس جنگ میں ملوث نہیں کیا جائے گا لیکن یہ یاد رہے کہ پاکستان ایک ایسا اسلامی ملک ہے جس پر وار کرنا امریکہ اور اسرائیل دونوں کی ضرورت ہے۔ ایک وقت آئے گا جب دنیا کا تیل ختم ہونا شروع ہو جائے گا اس وقت انرجی کا دوسرا سب سے بڑا ذریعہ کوئلہ ہو گا پاکستان میں کوئلے کے ذخائر ایک اندازے کے مطابق چار کھرب ڈالر سے زائد ہیں۔ بلوچستان دنیا کے امیر ترین علاقوں میں سے ہے جہاں معدنی دولت کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے بلوچستان میں سونا ہے' چاندی ہے اور تانبے کے بے شمار ذخائر ہیں اور امریکہ اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے بے تاب ہے۔ یہ اگرچہ کچھ دور کی بات ہے امریکہ کی پہلی ترجیح تیل ہے لیکن اسرائیل کی سلامتی کے حوالہ سے سب سے زیادہ خطرناک پاکستان ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں میں اسرائیل مخالف جذبات شاید عربوں سے بھی زیادہ ہیں کچھ عرب ممالک نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہوا ہے لیکن پاکستان میں کوئی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی ایسا سوچ نہیں سکتا اسرائیل کو تسلیم کر کے اسے اپنی کرسی برقرار رکھنی دشوار ہو جائے گی۔ اس اسرائیل دشمن پاکستان کے پاس ایٹمی صلاحیت ہے اس کے پاس ایسے جدید ترین ایٹمی میزائل ہیں جن کی رینج اسرائیل تک ہے۔ کتنا احمق ہو گا اسرائیل اگر وہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور نہیں لگائے گا۔ پاکستان کا مسئلہ یہ ہے کہ ایٹمی معاملات میں اختیارات اس وقت بھی صرف فوج کے پاس تھے جب سویلین حکومت تھی فوج سمجھتی تھی کہ روایتی اسلحہ میں بھارت بہت آگے نکل چکا ہے اب ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بھارت ہمارے وجود کو صرف اس لئے برداشت کر رہا ہے کہ اسے ایٹمی جوابی حملہ کا اندیشہ ہے اگر ہم یعنی فوج امریکی دباؤ میں ایٹمی صلاحیت ختم کر لے تو خود امریکہ بھی بھارت کو ہمارے اوپر چڑھ دوڑنے سے نہیں روک سکتا لہٰذا آزادی برقرار رکھنے کا صرف اور صرف یہ طریقہ ہے کہ ایٹمی صلاحیت برقرار رکھی جائے۔

حالیہ واقعات سے امریکہ کا طریقہ واردات یہ سامنے آیا ہے کہ جو پاؤں پڑے اسے ٹھڈے مارو اور جو ترکی بہ ترکی جواب دے اس سے مذاکرات کرو لیکن ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لئے طاقت کی ضرورت ہے اور اپنی احتیاج ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا پاکستان کو اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے ایٹمی صلاحیت میں مزید اضافہ کرنا ہو گا' اگرچہ یہ سب کچھ جارحیت کے لئے نہیں بلکہ اپنے دفاع کے لئے ہو۔ عراق وار میں امریکہ کو قوت کا غلط اندازہ لگانے کا جو تلخ تجربہ ہوا ہے اس کی روشنی میں واضح کر دیا جائے کہ اگرچہ ہم پر امن رہنا چاہتے ہیں لیکن اگر حملہ ہوا تو حملہ آوروں کو ان کے گھروں میں تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں کسی نہ کسی طرح بھارت کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ تاریخ بتاتی ہے کہ امریکہ دشمنوں سے زیادہ دوستوں کا بدخواہ ثابت ہوا ہے۔ آؤ مل کر اس کے استحصالی رویئے کا مقابلہ کریں لیکن اگر وہ ازلی دشمنی اور بغض کی وجہ سے نہ سمجھے تو اسے بتا دیں کہ ہم نے ایٹم بم نمائش کے لئے نہیں بنایا حالیہ تجربات بتاتے ہیں کہ کمزوری کا اظہار جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ جو جتنا کمزور ہو گا اتنی جلدی اس کی باری آئے گی۔ ہر قوم خود فیصلہ کرے گی کہ آیا اس کی باری آ گئی ہے؟

بقیہ: اقوام عالم

متحدہ کی طرف سے بھی اسی مضمون کا متفقہ مطالبہ کیا گیا۔ اس کے بعد یمن کی بندرگاہ پر کول نامی بحری جہاز پر حملے کو بھی القاعدہ کی کارروائی قرار دیا گیا۔ لیکن سب سے بڑا سانحہ گیارہ ستمبر 2001ء کو پیش آیا' جب انیس عرب خودکش ہائی جیکروں نے چار ہوائی جہاز اغوا کر کے دو جہازوں کو نیویارک کی مشہور ترین اور اہم ترین عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا کر اس بلڈنگ کو زمین بوس کر دیا اور اس میں موجود چار ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔ تیسرا جہاز امریکی افواج کے ہیڈ کوارٹر پینٹاگان سے جا ٹکرایا اور چوتھا جہاز اغوا ہونے کے بعد مسافروں اور ہائی جیکرز کے جھگڑے میں گر کر تباہ ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس حملے کے ضمن میں ''اہم ترین مشتبہ'' القاعدہ اور بن لادن کو قرار دیا گیا۔ امریکہ نے بہت واضح الفاظ میں طالبان کو الٹی میٹم دیا کہ القاعدہ تنظیم کے اہم ارکان کو اس کے حوالے کر دیا جائے ورنہ وہ افغانستان پر حملہ کر دے گا۔ اقوام متحدہ نے بھی متفقہ قرارداد کے ذریعے سے یہی مطالبہ کیا۔ مگر طالبان نے اس مطالبہ کو پورا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے نتیجے میں 7 اکتوبر کو امریکہ نے شمالی اتحاد کی مدد سے طالبان کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ دو مہینے کے اندر اندر طالبان حکومت ختم ہو گئی اور بیس دسمبر کو ''بون معاہدے'' کی رو سے حامد کرزئی عبوری حکومت کے سربراہ مقرر ہوئے۔ امریکہ اور اس کی اتحادی افواج اب بھی افغانستان میں مقیم ہیں۔

بقیہ: مسلمانان عالم کی ڈائری

ٹینکیں بھی شامل ہیں' جبکہ ایران کے سینکڑوں انقلابی گارڈز عراق کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دشمنی ہے جسے فوری طور پر بند کیا جائے۔

30 مارچ اتوار: (جنگ کا گیارہواں دن) شام اور ایران کو علانیہ دھمکی دینے کے بعد امریکہ نے آج پاکستان کو بھی بلاواسطہ وارننگ کا انداز اختیار کرتے ہوئے امریکہ نے خان ریسرچ لیبارٹریز' کہوٹہ پر آئندہ دو سال تک پابندیاں عائد کرتے ہوئے ان کے ساتھ ہر قسم کی تجارت ممنوع قرار دے دی ہے۔...... سخت عراقی مزاحمت' گوریلا کارروائیں' سپلائی میں تعطل اور کمی کے باعث امریکی کمانڈروں نے بغداد کی جانب پیش قدمی چار سے چھ روز تک روکنے کا حکم دے دیا ہے۔

''موضح القرآن'' مفت حاصل کیجئے

موضح القرآن' آیاتِ قرآنی کی مختصر وضاحت ہدیہ /100 روپے۔ مذہبی مدارس اور مسجدوں کے خطیب /10 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

کرنل ایوب خان' 294 ایکسٹینشن کیولری گراؤنڈ لاہور کینٹ۔ فون: 6650120

شاہ ولی اللہؒ کی تنقیدی تحریک

سید قاسم محمود

مولانا عبیداللہ سندھی اپنے مرشد شاہ ولی اللہ کی تحریک کو سمجھنے سمجھانے کے لئے دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں' یعنی اصلاحی تحریک اور سیاسی تحریک۔ اسی بات کو مولانا مودودی اپنے پیرایے میں شاہ صاحب کے مجموعی تجدیدی کارنامے کو دو بڑے عنوانات پر تقسیم کرتے ہیں' ایک ان کا تنقیدی کام اور دوسرے ان کا تعمیری کام۔

تنقید سے مراد یہ ہے کہ اپنے حال کے تمام احوال و ظروف کا نہ صرف تنقیدی تجزیہ بلکہ برملا اظہار اور عالمانہ ابلاغ بھی کیا۔ اس سلسلے میں مولانا مودودی نے شاہ صاحب کی باریک بینی اور امتیازی خصوصیت کا ذکر یوں کیا ہے:

تاریخ اسلام اور تاریخ مسلمین کا فرق

''شاہ صاحب پہلے شخص ہیں جس کی نظر تاریخ اسلام اور تاریخ مسلمین کے اصولی فرق تک پہنچی ہے اور جس نے تاریخ مسلمین کے نقطۂ نظر سے نقد و تبصرہ کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ان بہت سی صدیوں میں اسلام قبول کرنے والی اقوام کے درمیان فی الواقع اسلام کا کیا حال رہا ہے۔ یہ ایک ایسا نازک مضمون ہے جس کی پیچیدگیوں میں پہلے بھی لوگ الجھے رہے ہیں اور اب تک الجھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کے بعد کوئی ایسا صاحب نظر نہ اٹھا جس کے ذہن میں حقیقی تاریخ اسلام کا' تاریخ مسلمین سے الگ کوئی واضح تصور رہوتا۔ شاہ صاحب کے کلام میں مختلف مقامات پر اس کے متعلق اشارات موجود ہیں' اور کمال یہ کیا ہے کہ ایک ایک دور کی خصوصیات اور ایک ایک زمانے کے فتنوں کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی ان پیشین گوئیوں کو بھی نقل کرتے گئے ہیں' جن میں ان حالات کی طرف صریح اشارات پائے جاتے ہیں۔ اس تبصرے میں قریب قریب ان تمام جاہلی آمیزشوں کی نشاندہی ہوگئی ہے جو مسلمانوں کے عقائد' علوم' اخلاق' تمدن اور سیاست میں ہوتی رہیں۔''

پھر شاہ صاحب نے ان تمام خرابیوں کے ہجوم میں کھوج لگا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ان میں بنیادی خرابیاں کونسی ہیں جن سے باقی تمام خرابیاں جنم لیتی ہیں' اور آخر کار دو بنیادی خرابیوں پر انگلی رکھ دی ہے:

1۔ سیاسی اقتدار کا خلافت سے بادشاہت کی طرف منتقل ہونا۔
2۔ روحِ اجتہاد کا مردہ ہو جانا اور تقلیدِ جامد کا دماغوں پر مسلط ہو جانا۔

خلافت سے بادشاہت کی طرف

خلافت اور بادشاہت کے اصولی فرق کو جس قدر وضاحت' قطعیت اور صحت کے ساتھ شاہ صاحب نے بیان کیا اور جس طرح احادیث نبویؐ سے اس کی تشریح کی ہے' اس کی مثال ان سے پہلے کے کسی مصنف کی تحریروں میں نہیں ملتی۔ اسی طرح سیاسی اقتدار کے خلافت سے بادشاہت کی طرف منتقل ہو جانے سے جو برے نتائج رونما ہوئے' اس کی صراحت بھی جس خوبی اور عمدگی سے انہوں نے پیش کی' وہ پچھلے مصنفین کے ہاں مفقود ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ارکانِ اسلام کی اقامت میں فتورِ عظیم پیدا ہو گیا ہے..... حضرت عثمانؓ کے بعد کسی فرماں روا نے حج قائم نہیں کیا' بلکہ اپنے نائب ہی مقرر کر کے بھیجتے رہے' حالانکہ اقامتِ حج خلافت کے لوازم میں سے ہے۔ جس طرح تخت پر بیٹھنا' تاج پہننا اور گزشتہ بادشاہوں کی شہ نشیں میں بیٹھنا قیصر و کسریٰ کے لئے علامتِ بادشاہی تھا' اسی طرح حج خود اپنی امارت میں قائم کرنا اسلام میں علامتِ خلافت ہے۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''پہلے وعظ اور فتویٰ دونوں خلیفہ کی رائے پر موقوف تھے۔ خلیفہ کے بغیر نہ وعظ کہا جا سکتا تھا اور نہ کوئی فتویٰ دینے کا مجاز تھا' مگر بادشاہت کے آ جانے سے وعظ اور فتویٰ دونوں اس نگرانی سے آزاد ہو گئے' بلکہ بعد میں تو فتویٰ دینے کے لئے جماعتِ صالحین کے مشورے کی قید بھی نہ رہی۔''

مزید فرماتے ہیں: ''ان لوگوں کی حکومت مجوسیوں کی حکومت کی مانند ہی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ نماز پڑھتے اور کلمۂ شہادت زبان سے ادا کرتے رہے ہیں۔ ہم اسی تغیر کے دامن میں پیدا ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں آگے چل کر خدا تعالیٰ کیا دکھانا چاہتا ہے۔''

روحِ اجتہاد کا مردہ ہو جانا

رہی دوسری بنیادی خامی' یعنی روحِ اجتہاد کا مردہ ہو جانا اور تقلیدِ جامد کا دماغوں پر مسلط ہو جانا' تو شاہ صاحب نے قریب قریب اپنی ہر تصنیف میں اس پر اظہار افسوس کیا ہے۔ ''ازالۃ الخفا'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''دولتِ شام (اموی سلطنت) کے خاتمے تک کوئی اپنے آپ کو حنفی یا شافعی نہ کہتا تھا' بلکہ سب اپنے اپنے ائمہ اور اساتذہ کے طریقے پر شرعی دلائل سے استنباط کرتے تھے۔ دولتِ عراق (عباسی سلطنت) کے زمانے میں ہر ایک نے اپنا ایک نام معیّن کیا اور یہ کیفیت ہوگئی کہ جب تک اپنے مذہب کے بڑوں کی نص نہ پاتے' کتاب و سلطنت کی دلیل پر فیصلہ نہ کرتے۔ اس طرح وہ اختلافات' جو تاویلِ کتاب و سنت کے تقاضوں سے ناگزیر طور پر پیدا ہوتے تھے' مستقل بنیادوں پر جم کر رہ گئے۔ پھر جب دولتِ عرب کا خاتمہ ہو گیا یعنی ترکی اقتدار (خلافتِ عثمانیہ) کا زمانہ آیا اور لوگ مختلف ممالک میں منتشر ہوئے' تو ہر ایک نے جو کچھ اپنے فقہی مذہب سے یاد کیا تھا' اسی کو اصل بنا لیا۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''ہمارے زمانے کے سادہ لوح اجتہاد سے بالکل برگشتہ ہیں۔ اونٹ کی طرح ناک میں نکیل پڑی ہے' اور کچھ نہیں جانتے کہ کدھر جا رہے ہیں۔ ان کا کاروبار ہی دوسرا ہے۔ یہ بے چارے ان امور کی سمجھ بوجھ ہی نہیں رکھتے۔''

ماضی کی تاریخ پر تنقید کرنے کی شاہ صاحب اپنے زمانۂ حال کا جائزہ لیتے ہیں اور ایک ایک کو نام بنام پکار کر اس کے نقائص بیان کرتے ہیں:

سلاطین سے خطاب

''اے بادشاہو! تم تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں داخل نہ کرو' جب تک مسلم مشرک سے جدا نہ ہو جائے۔ پھر جب کفر و اسلام کے درمیان ایسا کھلا' نمایاں امتیاز پیدا ہو جائے' تب تمہیں چاہئے کہ ہر تین دن یا چار دن کے سفر کی منزلوں پر اپنا ایک ایک حاکم مقرر کرو۔ ایسا حاکم جو عدل و انصاف کا مجسمہ ہو' قوی ہو' جو ظالم سے مظلوم کے حق وصول کر سکتا ہو...... اے بادشاہو! جب تم یہ کر لو گے تو تم لوگوں کی تمدنی اور عائلی زندگی کی طرف توجہ کرو۔ ان کے باہمی معاملات کو سلجھاؤ' اور ایسا کر دو کہ پھر کوئی معاملہ ایسا نہ ہونے پائے جو شرعی قوانین کے مطابق نہ ہو۔ اس کے بعد لوگ امن و امان کی صحیح مسرّت سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔''

امراء اور ارکانِ دولت سے خطاب

اے امیرو! کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا۔ تم دنیا کی فانی لذتوں میں ڈوبے ہوئے ہو اور رعیّت کو چھوڑ دیا کہ ایک دوسرے کو کھا جائیں۔ علانیہ شرابیں پیتے ہو اور اپنے اس فعل کو تم برا بھی نہیں سمجھتے۔ زناکاری' شراب خوری اور قمار بازی کے اڈے برسرِ عام بن گئے ہیں اور تم ان کا انسداد نہیں کرتے۔ اس عظیم الشان ملک میں چھ سو سال سے کوئی حدِ شرعی نہیں لگائی گئی۔ جب کوئی کمزور مل جاتا ہے تو اسے پکڑ لیتے ہو اور جسے قوی پاتے ہو' اسے چھوڑ دیتے ہو۔ تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ قسم قسم کے لذیذ کھانے پکواتے رہو اور نرم و گداز جسم والی

عورتوں سے لطف اٹھاتے رہو۔ اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ اور کسی طرف منعطف نہیں ہوتی۔ کیا تم نے اپنے سر کبھی اللہ کے سامنے جھکائے؟ خدا کا نام تمہارے پاس صرف اس لئے رہ گیا ہے کہ اپنے تذکروں اور قصے کہانیوں میں اس نام کو استعمال کرو، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے لفظ سے تمہاری مراد زمانے کا انقلاب ہے، کیونکہ تم اکثر بولتے ہو کہ اللہ قادر ہے۔ وہ جو چاہے سو کرے، یعنی زمانے کے انقلاب کی یہ تعبیر ہے۔''

فوجی سپاہیوں سے خطاب

''اے فوجیو اور عسکریو! تم کو اللہ نے جہاد کے لئے، اعلائے کلمۂ حق کے لئے، شرک و اہل شرک کا زور توڑنے کے لئے فوجی بنایا تھا۔ اس کو چھوڑ کر تم نے گھڑ سواری اور ہتھیار بندی کو پیشہ بنا لیا۔ اب جہاد کی نیت اور مقصد سے تمہارے دل خالی ہیں۔ پیسہ کمانے کے لئے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کرتے ہو۔ بھنگ اور شراب پیتے ہو، ڈاڑھیاں منڈاتے ہو اور مونچھیں بڑھاتے ہو، بندگانِ خدا پر ظلم ڈھاتے ہو اور تمہیں کبھی اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ حرام کی روٹی کما رہے ہو یا حلال کی۔ خدا کی قسم، تمہیں ایک روز دنیا سے جانا ہے، پھر اللہ تمہیں بتائے گا کہ کیا کر کے آئے ہو۔

اہل صنعت وحرفت سے خطاب

اے صنعت کارو! تم میں سے امانت و دیانت رخصت ہو گئی ہے۔ اپنے رب کی عبادت سے تم غافل ہو گئے ہو اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگے ہو۔ تم اپنے فرضی بنائے ہوئے معبودوں پر قربانیاں چڑھاتے ہو۔ تم مدار اور سالار کا حج کرتے ہو۔ تم میں بعض لوگوں نے فال بازی اور ٹونا ٹوٹکا اور گنڈے وغیرہ کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ تم میں سے جو کوئی شخص خوشحال ہو جاتا ہے، وہ اپنے لباس اور کھانے پر اتنا خرچ کرتا ہے کہ اس کی آمدنی اس کے لئے کافی نہیں ہوتی اور اہل وعیال کی حق تلفی کرنی پڑتی ہے یا پھر وہ شراب نوشی اور کرائے کی عورتوں میں اپنی معاش اور آخرت دونوں کو ضائع کرتا ہے۔''

مشائخ اور پیر زادوں سے خطاب

''اے وہ لوگو! جو کسی حق کے بغیر باپ دادا کی گدیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کیا دھڑے بندیاں تم نے کر رکھی ہیں۔ کیوں تم میں سے ہر ایک اپنے طریقے پر چل رہا ہے اور کیوں اس طریقے کو سب نے چھوڑ رکھا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہؐ پر اتارا تھا۔ تم میں سے ہر ایک امام بن بیٹھا ہے۔ اپنی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے اور اپنے آپ کو ہادی و مہدی سمجھتا ہے، حالانکہ وہ خود بھٹکا ہوا اور دوسروں کو بھٹکانے والا ہے۔ ہم ہرگز ان لوگوں سے راضی نہیں جو دنیا کے فوائد کی خاطر لوگوں سے بیعت لیتے ہیں، یا اس لئے علم حاصل کرتے ہیں کہ دنیوی اغراض حاصل کریں یا لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی اطاعت ان سے کراتے ہیں۔ یہ سب راہزن ہیں، دجال ہیں، کذاب ہیں۔ خود بھی دھوکے میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔''

غلط کار علماء سے خطاب

اے بدعقلو! جنہوں نے اپنا نام ''علماء'' رکھ چھوڑا ہے۔ تم یونانیوں کے علوم اور صرف ونحو و معانی میں پھنس گئے اور سمجھے کہ علم اس کا نام ہے حالانکہ علم تم کتاب اللہ کی آیتِ محکمہ ہے یا پھر وہ سنت ہے جو رسولؐ سے ثابت ہو۔ تم میں سے اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کسی کو نبیؐ کی کوئی حدیث پہنچتی ہے تو وہ اس پر عمل نہیں کرتا، اور کہتا ہے کہ میرا عمل تو فلاں کے مذہب پر ہے نہ کہ حدیث پر۔ پھر وہ بہانہ یہ پیش کرتا ہے کہ صاحب! حدیث کا فہم اور اس کے متعلق فیصلہ تو کاملین و ماہرین کا کام ہے اور یہ حدیث ائمہ سلف سے چھپی تو رہی نہ ہو گی۔ پھر کوئی وجہ تو ہو گی جو انہوں نے اسے ترک کر دیا...... جان رکھو، یہ ہرگز دین کا طریقہ نہیں ہے۔ اگر تم اپنے نبیؐ پر ایمان لائے ہو تو اس کا اتباع کرو۔''

واعظوں، زاہدوں اور خانقاہ نشینوں سے خطاب

''اے زہد کے مدعیو! تم ہر وادی میں بھٹک نکلے۔ ہر بری بھلی بات، ہر رطب ویابس تمہارا ایمان ہے۔ تم لوگوں کو جعلی اور گھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو۔ اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر چھوڑی ہے، حالانکہ تم فراخی کے لئے مامور تھے نہ کہ تنگی کے لئے۔ تم ایسے لوگوں کی باتیں دلیل میں پیش کرتے ہو جو بے چارے مغلوب الحال تھے اور عشق ومحبت میں حواس بھی کھو بیٹھے تھے، حالانکہ اہلِ عشق کی باتیں وہیں کی وہیں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں نہ کہ ان کا چرچا کیا جاتا ہے۔ تم نے شک کو اپنے لئے گوارا کر لیا ہے اور اس کا نام احتیاط رکھ چھوڑا ہے۔

امتِ مسلمہ سے خطاب

''اے ابنِ آدم! تمہارے اخلاق سو چکے ہیں۔ تم پر ناجائز حرص وطمع کا ہوکا سوار ہو گیا ہے۔ تم پر شیطان نے قابو پا لیا ہے۔ عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں اور مرد عورتوں کے حقوق برباد کر رہے ہیں۔ حرام کو تم نے اپنے لئے خوشگوار بنا لیا ہے اور حلال تمہارے لئے بدمزا ہو چکا ہے۔ پھر قسم اللہ کی، اللہ نے ہرگز کسی کو اس کے بس سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ چاہئے کہ اپنے مصارف اور وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو۔ اسی قدر خرچ کرو، جس کی تم میں سکت ہو۔ یاد رکھو، ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا۔ اللہ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کی دی ہوئی آسانیوں سے نفع اٹھائیں۔ اے ابن آدم! جسے خدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہو، اس میں وہ آرام کرے۔ اتنا پانی جس سے وہ سیراب ہو، اتنا کھانا جس سے گزر بسر ہو جائے، اتنا کپڑا جس سے تن ڈھک جائے۔ ایسی بیوی جو اس کی شرم گاہ کی حفاظت کر سکتی ہو اور اس کے رہن سہن کی جدوجہد میں مدد دے سکتی ہو، تو یاد رکھو کہ دنیا کامل طور سے اس شخص کو مل چکی ہے۔ چاہئے کہ اس پر خدا کا شکر کرے۔

آخر میں شاہ صاحب نتیجہ نکالتے ہیں: ''رسول کریمؐ کی حدیث ہے کہ تم بھی آخر کار اپنے پہلے کی امتوں کے طریقے اختیار کر لو گے، اور جہاں جہاں انہوں نے قدم رکھا ہے، وہاں تم بھی رکھو گے، حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔ صحابہؓ نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ پہلی امتوں سے آپؐ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ فرمایا اور کون؟'' اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔

''سچ فرمایا اللہ کے رسولؐ نے۔ لوگوں نے یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو کلام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں اور نبیؐ کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ نیک لوگ اللہ کے لئے ہیں اور گناہ گار میرے لئے۔ سچ پوچھو تو آج ہر گروہ میں دین کی تحریف پھیلی ہوئی ہے۔ صوفیہ کو دیکھو تو ان میں ایسے اقوال زبان زد ہیں جو کتاب و سنت سے مطابقت نہیں رکھتے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شرع کی انہیں بالکل پروا نہیں ہے۔ فقہا کی فقہ کو دیکھو تو اس میں اکثر وہ باتیں ملتی ہیں جن کے ماخذ کا پتہ ہی نہیں۔ رہے عقلاء اور شعراء، اصحابِ ثروت اور عوام، تو ان کی تحریفات کا ذکر کہاں تک کیا جائے۔''

ماضی اور حال کے تنقیدی جائزے کے بعد مجدّد اور مصلح کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ تعمیرِ نو کا ایک نقشہ واضح صورت میں پیش کرے تا کہ موجودہ حالت کو جس حالت میں بدلنا مطلوب ہے، اس پر وہ اپنی نظر جما سکیں۔ شاہ صاحب نے تعمیرِ نو کا جو نقشہ اپنی تحریروں میں دکھایا تھا، وہ آئندہ شمارے میں پیش کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

بقیہ: دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

جو مسنون طریقہ ملتا ہے وہ بیعت ہی کا ہے۔ جیسے بیعت عقبیٰ اولیٰ و بیعت عقبیٰ ثانیہ اور بیعت رضوان آپ کی زندگی میں ملتی ہیں۔ اسی طرح آپ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں ہے تو وہ جہالت کی موت مرا'' اس طرح درس اختتام پذیر ہوا۔ درس میں سامعین کی تعداد تقریباً 70 تھی۔ درس کے بعد دعا ہوئی۔ اور سب ساتھیوں نے گاؤں والوں کا شکریہ ادا کیا اور ہم سب ساتھی اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ (رپورٹ: محمد سرفراز)

۱۸ویں صدی میں مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا آغاز کرنے والے جارح ملک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

کی مختصر تاریخ اور اس کے اہم سنین و واقعات

ڈاکٹر محمد فاروق خان

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا رقبہ تقریباً چورانوے لاکھ یا نو اعشاریہ چار ملین مربع کلومیٹر ہے۔ گویا رقبے کے لحاظ سے یہ پاکستان سے تقریباً بارہ گنا بڑا ہے۔ فی کس آمدنی چالیس ہزار ڈالر سالانہ ہے۔ یہ پچاس ریاستوں اور ایک وفاقی ضلع پر مشتمل ہے۔ اس کی آبادی ستائیس کروڑ ہے۔ اس کے ایک طرف بحر اوقیانوس اور دوسری طرف بحر الکاہل ہے جب کہ شمال میں اس کا ایک دوست ملک کینیڈا اور جنوب میں دونوں سمندروں کے علاوہ ایک غریب ملک میکسیکو ہے جس کا ہر باشندہ امریکہ جانے کے لئے تڑپتا رہتا ہے۔ گویا امریکہ پر فوجی حملہ ناممکن حد تک مشکل ہے۔

امریکہ کی تاریخ پوری دنیا میں نرالی ہے۔ درحقیقت یہ ایک نیا ملک ہے جو آج سے پانچ سو سال قبل دریافت ہوا جہاں سترھویں صدی میں یورپ سے آباد کاروں کی آمد شروع ہوئی اور اسی کے ساتھ افریقی غلاموں کو لانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ویسے تو 1497ء ہی میں سلطنت برطانیہ نے شمالی امریکہ کو اپنا علاقہ قرار دے دیا تھا' تاہم یہاں انگریزوں کی آمد تقریباً ایک صدی بعد شروع ہوئی۔ قدرتی وسائل سے مالا مال اور وسیع و عریض زمین کے حامل ملک نے بے شمار لوگوں کو قسمت آزمائی کے لئے مہم جوئی پر آمادہ کرلیا۔ بہت سے لوگوں نے مذہبی عدم رواداری اور آبادی کے پھیلاؤ کی وجہ سے بھی ترک وطن کرلیا۔ چونکہ یہ سب لوگ ایک ترقی یافتہ ملک سے آئے تھے' اس لئے معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ سیاسی ادارے بھی وجود میں آنے لگے۔ اگرچہ بظاہر حکومت تاج برطانیہ کی تھی' لیکن اصل اختیار منتخب اسمبلیوں کے پاس تھا۔ چونکہ یہاں ہر مذہب اور علاقوں کے لوگ آئے تھے اور ان کو مختلف کالونیوں میں اکٹھے رہنا تھا' اس لئے پہلے دن ہی سے بہت متنوع مذہبی اور تہذیبی زندگی وجود میں آگئی۔

1760ء میں سلطنت برطانیہ نے اس علاقے پر اپنا کنٹرول مضبوط کرنے کے لئے مختلف ٹیکس لگانے شروع کئے اور مزید حکام اور افواج کو یہاں بھیجنا شروع کیا۔ اس کے خلاف امریکی عوام میں غم و غصہ کے جذبات پیدا ہوئے۔ کئی ریاستوں کی اسمبلیوں نے ان ٹیکسوں کو خلاف قانون قرار دیا اور عوامی سطح پر بھی احتجاج شروع ہوا۔

1773ء میں چائے کے ٹیکس پر نظرثانی کی گئی اور یہ سارا کاروبار ایسٹ انڈیا کمپنی کو سونپ دیا گیا۔ اس پر بڑا سخت احتجاج ہوا اور دسمبر 1773ء میں امریکی مزدوروں نے' جو ریڈ انڈینز کا لباس پہنے ہوئے تھے' چائے کی پتی کی 342 پیٹیوں کو بوسٹن کے مقام پر سمندر میں پھینک دیا۔ اس مشہور واقعے کو بوسٹن ٹی پارٹی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اپریل 1775ء میں تیرہ ریاستوں نے الحاق کرلیا اور جارج واشنگٹن کو امریکی فوج کا کمانڈر مقرر کردیا گیا۔ یوں اس نوزائیدہ ریاست اور برطانیہ کی آپس میں لڑائی شروع ہوگئی۔ 4 جولائی 1776ء کو باقاعدہ اعلان آزادی کیا گیا۔ یہ جنگ آزادی اگلے پانچ برس تک جاری رہی اور اس میں فرانس نے بھی برطانیہ کے خلاف امریکی افواج کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس جنگ میں دونوں طرف سے ہزاروں لوگ ہلاک ہوئے۔ اس پورے وقت میں اور اس کے بعد بھی سارے ملک میں نظام حکومت کے متعلق مسلسل بحث جاری رہی۔ پہلے دن ہی سے تمام قائدین اور سب لوگوں کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ ان کی بقا اور ترقی کی واحد ضمانت جمہوریت میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ بالکل ابتدا ہی سے جمہوری کلچر اس نئی مملکت کے اندر بنیادی قدر کی حیثیت اختیار کرگیا۔ اس وفاق میں آہستہ آہستہ مزید ریاستیں بھی داخل ہوتی رہیں۔

اس دوران میں شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان آویزش بڑھتی رہی۔ اس آویزش کی اہم وجہ ''مسئلہ غلامی'' تھا۔ مارچ 1861ء میں لنکن کے عہدۂ صدارت سنبھالنے کے وقت جنوب کی ساری ریاستوں نے وفاق چھوڑنے کا اعلان کیا۔ اپریل 1861ء میں شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ یہ لڑائی اگلے چار برس تک جاری رہی جس میں شمال کو فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی اور جنوب کی ساری ریاستیں ایک دفعہ پھر وفاق کا حصہ بن گئیں۔ اس جنگ میں بھی دونوں طرف سے ہزاروں لوگ ہلاک ہوئے۔ اس خونی جنگ کے خاتمہ کے بعد ملکی تعمیر نو کا کام جوش و جذبے سے شروع ہوا۔ غلامی کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اس دوران میں بہت بڑی تعداد میں تارکین وطن امریکہ آ کر آباد ہوئے۔ اس کی وجہ سے آبادی بھی بہت بڑھ گئی اور ان لوگوں نے امریکی صنعت و حرفت کو آگے بڑھانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ 1898ء میں کیوبا کے مسئلے پر امریکہ اور سپین کے درمیان لڑائی چھڑ گئی جس میں امریکہ فاتح رہا۔

پہلی جنگ عظیم کے موقع پر پہلے چار سال کے دوران میں امریکہ غیر جانبدار رہا' اگرچہ اس کی ہمدردیاں مغربی طاقتوں کے ساتھ تھیں۔ اس دوران میں جرمنی نے' اس شک کی بنیاد پر کہ امریکی جہازوں میں اتحادیوں کے لئے اسلحہ لے جایا جاتا ہے' کئی امریکی بحری جہازوں کو ڈبو دیا۔ اس پر امریکہ نے بھی اتحادیوں کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ یوں آخری سال میں جرمنی کی شکست میں امریکہ نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ اس جنگ کے بعد امریکہ نے پہلی بین الاقوامی ادارے یعنی لیگ آف نیشنز میں سب سے سرگرم کردار ادا کیا۔

1929ء سے لے کر 1933ء تک یعنی چار سال ملک سخت مالی بحران کی لپیٹ میں رہا۔ اس کو ''گریٹ ڈیپریشن'' کے سال کہا جاتا ہے۔ تاہم سخت قانونی اور مالی اقدامات کی وجہ سے روزویلٹ نے اس بحران پر قابو پالیا۔

7 ستمبر 1941ء کو جاپان نے پرل ہاربر نامی امریکی بندرگاہ پر زبردست حملہ کیا جس کے نتیجے میں امریکہ نے پہلے جاپان اور پھر جرمنی اور اٹلی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ 1945ء میں امریکہ ایٹم بم بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ 6 اگست کو صدر ٹرومین کے حکم سے ہیروشیما کے شہر پر پہلا ایٹم بم گرایا گیا جس سے اسی ہزار آدمی موت کے گھاٹ اتر گئے اور تقریباً ایک لاکھ شدید زخمی ہوئے۔ اس کے تین دن بعد ناگاساکی کو ایٹم بم کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے پانچ دن بعد جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔

جنگ عظیم دوم کے فوراً بعد امریکہ اور روس کے درمیان سرد جنگ شروع ہوگئی' اس لئے کہ روس نے اپنا دائرۂ اثر مشرقی یورپ اور ایشیا کے بہت سے ممالک تک پھیلا لیا۔ چنانچہ امریکہ نے اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے کئی ممالک سے فوجی معاہدے کئے جس میں (NATO:North Atlantic Treaty Organisation) بھی شامل تھا۔

1950ء میں جنوبی کوریا کو شمالی کوریا کے حملے کے خلاف مدافعت کے لئے امریکہ نے جنرل میک آرتھر کی قیادت میں فوج بھیجی۔ اس فوج نے شمالی کوریا کو تقریباً فتح

کرلیا' مگر جب یہ فوج دریائے یالو کے قریب پہنچی جو شمالی کوریا اور چین کی سرحد پر واقع ہے تو دس لاکھ چینی فوج نے اس پر حملہ کر کے اسے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ جنرل میک آرتھر نے کانگریس کے ارکان کو خط لکھا جس میں اس نے چین پر بمباری اور حملہ کرنے کی اجازت نہ دینے پر صدر ٹرومین کی مذمت کی۔ اس پر ٹرومین نے اسے کمانڈ سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد کچھ برس تک امریکہ نے خارجہ تعلقات میں احتیاط کی پالیسی اپنائی۔ مثلاً 1954ء میں جب انڈوچائنا میں کیونزم کی حامی قوم پرست قوتیں فرانس کے خلاف لڑ رہی تھیں تو امریکہ نے فرانس کی مدد نہیں کی۔ 1956ء میں ہنگری میں کیونسٹ تسلط کے خلاف بغاوت پھوٹ پڑی' مگر امریکہ نے باغیوں کی کوئی مدد نہیں کی۔ اس طرح جب برطانیہ' فرانس اور اسرائیل نے نہر سویز پر قبضہ کر لیا تو امریکہ نے ان تینوں ممالک سے یہ قبضہ چھڑانے کے لئے ان کو معاشی مقاطعے کی دھمکی تو دی لیکن روس کے مقابلے میں براہ راست آنے سے کتراتا رہا' تاہم روس کے مقابلے کے لئے اس نے کئی دفاعی معاہدے کئے جن میں سیٹو (SouthEast Asia Treaty Organisation) اور سینٹو (Central Middle Eastern Treaty Organisation) بہت اہم ہیں۔

اگست 1964ء میں جبکہ کیونسٹ شمالی ویت نام نے جنوبی ویت نام پر حملہ کر کے اسے کافی حد تک مغلوب کر لیا تھا' صدر جانسن نے اس جنگ میں کود پڑنے اور جنوبی ویت نام کو کیونسٹ غلبے سے بچانے کا اعلان کیا۔ وہاں امریکہ نے تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ فوجی بھیجے۔ اگلے نو برس تک امریکی فوجی ویت نام کی لڑائی میں شریک رہے۔ اس جنگ میں تقریباً اڑسٹھ ہزار امریکی فوجی مارے گئے۔ ایک بڑی تعداد شدید زخمی ہوئی۔ تقریباً دس ہزار امریکی طیارے تباہ ہوئے اور امریکی معیشت کو بھی اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ بالآخر صدر نکسن نے امریکہ کو اس ہاری ہوئی جنگ سے نکالا۔

صدر کارٹر کے وقت میں بھی امریکہ کو ایک زک پہنچی جب 1979ء میں امریکی اتحادی شہنشاہ ایران کو ایک عوامی بغاوت' جس کی قیادت مذہبی طبقہ کر رہا تھا' کے ذریعے سے تخت سے اتار دیا گیا۔ تین نومبر 1979ء کو تہران میں امریکی سفارت کاروں کو یرغمال بنا لیا گیا۔ ان سفارت کاروں کو رہا کرانے کے لئے کارٹر کی تمام کوششیں بشمول ملٹری ایکشن ناکام رہیں۔ بالآخر سوا سال بعد 20 جنوری 1981ء کو صدر ریگن کی حلف برداری کے دن ایران نے ان یرغمالیوں کو رہا کر دیا۔

اپریل 1978ء میں افغانستان میں نور محمد ترکئی کی قیادت میں صدر سردار داؤد کا تختہ الٹ کر کیونسٹ انقلاب برپا کر دیا گیا۔ اس پر افغانستان میں خانہ جنگی چھڑ گئی اور کیونزم مخالف اسلامی عناصر نے دیہی علاقے کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ 25 دسمبر 1979ء کو روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں۔ اس پر امریکہ نے روس مخالف اسلامی عناصر کو اسلحہ' رقم اور سامان رسد کی فراہمی شروع کر دی۔ اگلے آٹھ نو برس میں امریکہ نے ان عناصر کو دو ارب ڈالر کا اسلحہ دیا۔ اتنی ہی مدد سعودی عرب نے بھی فراہم کی۔ چین' ایران اور مصر نے بھی روس مخالف افواج کی پوری پوری مدد کی۔ ستمبر 1986ء میں امریکہ نے مجاہدین کو اینٹی ایئر کرافٹ اسنگر میزائل دینے شروع کئے۔ ان میزائلوں نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ سینکڑوں روسی طیارے گرنے سے اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس جنگ میں پینتیس ہزار کے لگ بھگ روسی ہلاک ہوئے۔ بالآخر روسی افواج کو افغانستان سے نکلنا پڑا اور فروری 1989ء تک تمام روسی افغانستان سے واپس چلے گئے۔ اس جنگ سے روس کو معاشی طور پر اتنا نقصان ہوا جس سے وہ سنبھل نہ سکا۔ یہ امریکہ کی ایک بڑی کامیابی تھی' اس لئے کہ اپنا ایک بھی سپاہی مروائے بغیر اس نے روس کو عبرتناک شکست دے دی۔

2 اگست 1990ء کو عراق نے کویت پر فوجی قبضہ کر لیا۔ اقوام متحدہ نے فوری طور پر اس کی مذمت کی۔ امریکہ کی سربراہی میں اٹھائیس ملکوں پر مشتمل فوج بنائی گئی۔ عراق کو الٹی میٹم دیا گیا کہ وہ کویت پر قبضہ چھوڑ دے ورنہ 16 جنوری 1991ء کے بعد اس کے خلاف فوجی ایکشن کیا جائے گا۔ عراق کی طرف سے انکار پر اس کے خلاف بمباری شروع کر دی گئی۔ پانچ ہفتے کی بمباری کے بعد زمینی حملہ کر دیا گیا۔ یہ حملہ چار دن جاری رہا۔ عراق کی فوج افراتفری کے عالم میں کویت سے واپس ہوئی حتیٰ کہ انہوں نے جنوبی عراق بھی خالی کر دیا۔ اس جنگ میں تقریباً دو لاکھ عراقی فوجی اور سویلین کام آئے جبکہ امریکی افواج کا نقصان نہ ہونے کے برابر ہوا۔ صرف یہی نہیں' بلکہ کویت اور سعودی عرب کو مستقبل کی ممکنہ عراقی جارحیت سے روکنے کے لئے کچھ امریکی افواج سعودی عرب اور کویت میں ٹھہر گئیں۔ امریکی افواج کے تمام اخراجات بھی سعودی عرب اور کویت نے ادا کئے۔ اس سے پہلے عراق ستمبر 1980ء میں ایران پر حملہ آور ہوا تھا۔ یہ جنگ جو اگست 1988ء تک یعنی آٹھ برس جاری رہی' اس میں بھی چار لاکھ عراقی اور چھ لاکھ ایرانی مارے گئے تھے جبکہ ان دونوں ممالک اور باقی عرب ممالک کے بیسیوں ارب ڈالر اس بے فائدہ جنگ کی نذر ہوئے۔

دسمبر 1991ء میں یوگوسلاویہ کا شیرازہ بکھرنے کے بعد مسلم اکثریتی صوبے بوسنیا نے آزادی کا اعلان کیا۔ اس پر ہمسایہ عیسائی ریاست سربیا نے بوسنیا پر حملہ کر دیا۔ بوسنیا میں بھی 30 فی صد سرب باشندے رہائش پذیر تھے اس لئے بوسنیا کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے تین سال بوسنیا نے اپنا کامیاب دفاع کیا۔ پھر امریکہ کے دباؤ پر یورپی ممالک کی افواج نے نیٹو کی کمان کے تحت سربیا کی افواج اور بلغراد پر پانچ ہفتے تک فضائی حملے جاری رکھے۔ بالآخر سربیا مذاکرات پر آمادہ ہو گیا۔ امریکہ کے تحت مذاکرات ہوئے جس کے نتیجے میں "ڈیٹن امن سمجھوتہ" طے پایا اور مسلم اکثریتی بوسنیا ایک آزاد ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر جلوہ گر ہو گیا۔ بعد میں جنگی مجرموں کی حیثیت سے کئی سرب لیڈروں پر بین الاقوامی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور انہیں سزائیں دی گئیں۔ بوسنیا کی حکومت کو امریکہ اور یورپی اقوام نے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے چار ارب ڈالر کی امداد بھی دی۔

بوسنیا کے بالکل قریب کوسوو کا ایک اور مسلم اکثریتی علاقہ موجود ہے۔ اس علاقے کو بھی عیسائی آرتھوڈوکس سربیا سے بچانے کے لئے امریکہ کے دباؤ پر نیٹو کی افواج نے سربیا افواج پر زبردست بمباری کی۔ اس کے نتیجے میں یورپ کے اندر ایک اور مسلم ملک منصۂ شہود میں آ گیا۔

1998ء سے امریکہ اسامہ بن لادن کے معاملے میں الجھ گیا۔ بن لادن جو سعودی عرب کے انتہائی بااثر خاندان سے تعلق رکھتے تھے' 1980ء سے لے کر 1990ء تک افغانستان میں تھے۔ خلیجی جنگ کے بعد جب سعودی عرب کی درخواست پر کچھ امریکی افواج وہیں ٹھہر گئیں تب بن لادن سعودی حکمرانوں اور امریکہ دونوں کے خلاف ہو گئے۔ 1992ء کے بعد وہ چار سال سوڈان میں مقیم ہو کر اپنے ساتھیوں کی فوجی تربیت کرتے رہے۔ پھر وہ 1996ء میں افغانستان چلے آئے۔ اگست 1996ء میں انہوں نے امریکہ کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ ان کی زیر سرکردگی بہت سے کیمپ بنائے گئے جہاں سینکڑوں عربوں اور دوسری قومیتوں کے لوگوں کو مسلح تربیت دی جاتی تھی۔ 23 فروری 1998ء کو خوست کیمپ میں القاعدہ سے وابستہ تمام گروپوں نے ایک فتوے کے ذریعے سے امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ کیا اور کہا کہ ان ممالک کے ہر فوجی اور سویلین کو قتل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگست 1998ء میں کینیا اور تنزانیہ کے امریکی سفارت خانوں میں بم دھماکوں میں کئی سو افراد ہلاک ہوئے۔ امریکہ نے اس کا الزام القاعدہ پر لگایا اور افغانستان کی طالبان حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملزموں کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔ اقوام

(باقی صفحہ 7 پر)

کلمۂ کفر کہیے! لیکن علیٰ وجہ البصیرت

اختر ندیم

جنگ اخبار 15 فروری 2003ء ادارتی صفحہ پر ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں قرآن حکیم سورۃ آلِ عمران آیت نمبر 28 کے حوالے سے موجودہ حالات میں امریکہ کی حمایت میں "کلمہ کفر" کہنے کی ترغیب دی ہے۔ کسی بھی صحافی کو اپنی رائے کے اظہار کا حق پہنچتا ہے اور جنگ اخبار کو بھی یہ حق ہے جو چاہے شائع کرے لیکن میرا موضوع امریکہ یا ہمارا طرزِ عمل نہیں ہے۔ بلکہ قرآن حکیم کی سورۃ آلِ عمران آیت نمبر 28 ہے۔ میں یہ تصحیح کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس مضمون میں جسے آلِ عمران کی آیت 28 کہا گیا ہے وہ آیت نمبر 28 نہیں ہے بلکہ وہ ترجمہ اس آیت کا ایک جز اور نامکمل حصہ ہے۔ آیت کے مکمل مطالعہ سے اس آیت کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ اسی طرح مولانا مودودیؒ کی تشریح بیان فرمائی گئی ہے لیکن وہ بھی اسی طرح جزوی تشریح ہے۔ اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے پوری آیت کا ترجمہ اور مولانا مودودیؒ اور سید قطب شہیدؒ کی تفسیر پیش خدمت ہے تاکہ "کلمہ کفر" لاعلمی کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ علی وجہ البصیرت ہو۔

﴿لا یتخذ المومنون الکفرین اولیآء من دون المومنین ۚ ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٍ الا ان تتقوا منھم تقٰہ ۗ ویحذرکم اللہ نفسہ ۗ والی اللہ المصیر○﴾ (آل عمران :٢٨)

"مومنین اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کا اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے بظاہر ایسا طرزِ عمل اختیار کر جاؤ۔ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے"۔

مولانا مودودیؒ کی تشریح:

یعنی اگر کوئی مومن کسی دشمنِ اسلام جماعت کے چنگل میں پھنس گیا ہو اور اسے ان کے ظلم و ستم کا خوف ہو، تو اس کو اجازت ہے کہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور کفار کے ساتھ بظاہر اس طرح رہے کہ گویا انہی کا ایک آدمی ہے یا اگر اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہو گیا ہو تو اپنی جان بچانے کے لئے وہ کفار کے ساتھ دوستانہ رویہ کا اظہار کر سکتا ہے، حتیٰ کہ شدید خوف کی حالت میں جو شخص برداشت کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو کلمۂ کفر تک کہہ جانے کی رخصت ہے۔

لیکن کہیں انسانوں کا خوف تم پر اتنا نہ چھا جائے کہ خدا کا خوف دل سے نکل جائے۔ انسان حد سے حد تمہاری دنیا بگاڑ سکتے ہیں مگر خدا تمہیں ہمیشگی کا عذاب دے سکتا ہے۔ لہٰذا اپنے بچاؤ کے لئے اگر بدرجۂ مجبوری کبھی کفار کے ساتھ تقیہ کرنا پڑے، تو وہ بس اس حد تک ہونا چاہئے کہ اسلام کے مشن اور اسلامی جماعت کے مفاد اور کسی مسلمان کی جان و مال کو نقصان پہنچائے بغیر تم اپنی جان و مال کا تحفظ کر لو۔ لیکن خبردار، کفر اور کفار کی کوئی ایسی خدمت تمہارے ہاتھوں انجام نہ ہونے پائے جس سے اسلام کے مقابلے میں کفر کو فروغ حاصل ہونے اور مسلمانوں پر کفار کے غالب آ جانے کا امکان ہو۔ خوب سمجھ لو کہ اگر اپنے آپ کو بچانے کے لئے تم نے اللہ کے دین کو یا اہلِ ایمان کی جماعت کو یا کسی ایک فردِ مومن کو بھی نقصان پہنچایا، یا خدا کے باغیوں کی کوئی حقیقی خدمت انجام دی تو اللہ کے محاسبے سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔ جانا تم کو بہرحال اسی کے پاس ہے۔

سید قطب شہید اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

"پہلے ذکر ہوا تھا کہ سب کچھ اللہ سبحانہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس کی تدبیر سے کائنات کا نظام چل رہا ہے اور وہی ہر جاندار کو رزق دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مومنوں کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کافروں سے دوستی کریں؟ ایک ہی قلب میں دو باتیں کیسے جمع ہوں گی کہ وہ ایمان باللہ کی حقیقت بھی تسلیم کر لے اور ان دشمنانِ خدا سے دوستی بھی کرے جو کتاب اللہ سے اعراض کرتے ہیں۔ اس لئے ان سخت الفاظ میں تنبیہ کی گئی اور قطعی طور پر بتا دیا گیا کہ جو شخص ان لوگوں سے دوستی کرے گا جو خدا کی کتاب کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے پر راضی نہیں ہیں۔ تو وہ اسلام سے خارج ہے خواہ یہ دوستی مودتِ قلبی کی ہو یا مدد لینے اور دینے تک محدود ہو۔

البتہ اس قدر اجازت ہے کہ کسی ملک یا کسی وقت حالات کے پیشِ نظر زبانی طور پر ان کے شر سے بچا جائے، قلبی دوستی اور عملی تعاون اس وقت بھی نہ کیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "کافروں کے شر سے بچنا عملاً نہیں بلکہ لساناً ہے"۔ غرض کافروں سے بچنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ان سے قلبی مراسم استوار کر لئے جائیں اور کافر وہ ہیں جو اللہ کی کتاب کو عملاً اپنی زندگیوں میں نافذ نہ کریں۔ اسی طرح کافروں کے شر سے بچنے کا یہ طریقہ بھی درست نہیں ہے کہ مسلمان اس اجازتِ مشروط کا سہارا لے کر ان سے عملی تعاون کریں۔

یہ سارا معاملہ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی پر موقوف ہے اس لئے کہا گیا:

"اور خدا تم کو اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے"۔

اللہ کے علم سے کوئی شے مخفی نہیں اور کوئی شے اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

"اے پیغمبرؐ لوگوں سے کہہ دو کہ کوئی بات اپنے دلوں میں مخفی رکھو یا اسے ظاہر کرو خدا اس کو جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو سب کی خبر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اس تنبیہ کے فوراً بعد پھر اس دن کی تحذیر کی جاتی ہے جس دن ہر نفس کو اپنا سرمایۂ حیات لے کر پیش ہونا ہوگا۔

"جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی کو موجود پا لے گا اور ان کی برائی کو بھی دیکھ لے گا تو آرزو کرے گا اے کاش! اس میں اور اس بُرائی میں دور کی مسافت ہو جاتی"۔

ہر نفس اپنے خیر و شر کے تمام سرمائے کو لے کر حاضر ہو جائے گا اور سرمایۂ شر لے کر جانے والے کی یہ آرزو ہوگی کہ کاش! اس میں اور اس شر میں یا اس دن میں ایک عظیم مدت حائل ہونے کے بجائے وہ دن تو موجود ہوگا اور کوئی جائے فرار نہ ہوگی۔

مندرجہ بالا بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان اور ان کے کافر رشتے داروں، دوستوں اور مکہ میں موجود ساتھیوں، اسی طرح مدینہ میں موجود یہودیوں سے بہرحال روابط پہلے سے موجود تھے، جبکہ اسلام عقیدے کی بنیاد پر نیا مسلم معاشرہ استوار کرنے کے درپے تھا، جس میں کسی لچک کی گنجائش نہیں تھی۔ اسی طرح ان آیات سے یہ بھی ہدایت ملتی ہے کہ ان کو ان خطروں سے نکلنے کی جدوجہد کرنی چاہئے اور تمام قیود سے آزاد ہو کر صرف اللہ سبحانہ کے منہاج کے ساتھ مربوط ہونا چاہئے۔

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتا ہے، مگر حسنِ سلوک میں اور دوستی میں فرق ہے، دوستی میں محبت ہمدردی اور تعلق کے جذبات ہوتے ہیں جو ایک مسلمان کو اپنے بھائیوں کے لئے رکھنے چاہئیں، جو اس کے ساتھ اللہ سبحانہ کے منہاج کی اتباع میں شریک ہیں۔

خلیج کی حالیہ جنگ۔جنگوں کی ماں؟

اس مضمون کی تیاری میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''سابقہ اور موجودہ مسلمان اُمتوں کا ماضی' حال اور مستقبل'' سے مدد لی گئی ہے' یہ کتاب اکتوبر ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی لیکن مضمون میں شامل کئے گئے درج ذیل اقتباسات حیرت انگیز طور پر موجودہ عالمی صورت پر پوری طرح منطبق ہوتے ہیں

صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''گمان ہے کہ فرات سے سونے کا ایک خزانہ برآمد ہو جائے گا'' اور صحیح مسلمؒ میں حضرت ابی ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''گمان ہے کہ فرات سے سونے کا ایک پہاڑ برآمد ہوگا تو جب لوگ اس کے بارے میں سنیں گے تو اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ جو لوگ اس کے پاس ہوں گے وہ سوچیں گے کہ اگر ہم نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ ساری دولت لے جائیں گے پھر اس پر جنگ کریں گے یہاں تک کہ ننانوے فیصد لوگ ہلاک ہو جائیں گے'' (ان احادیث کو پڑھتے ہوئے یہ بات پیش نظر رہے کہ قدیم زمانے میں ملکوں اور علاقوں کو دریاؤں یا پہاڑوں یا بڑے شہروں کے نام سے موسوم کرنے کا رواج عام تھا) تو ذرا غور فرمائیں کہ کیا یہ بات محض ''اتفاق'' ہے اور عظمتِ حدیث کی دلیل نہیں کہ آج تیل کی دولت کو ''سیال سونا'' قرار دیا جا رہا ہے؟ پھر کیا یہ واقعہ نہیں کہ خلیج کی حالیہ جنگ کا اصل باعث یہی تیل کی دولت ہے؟ مزید برآں کیا یہ امر قابل توجہ نہیں ہے کہ عراق کے صدر صدام حسین نے اس جنگ کو ''ام المحارب'' یعنی جنگوں کی ماں یا جنگوں کے سلسلے کا نقطہ آغاز قرار دیا؟ (واضح رہے کہ صدام حسین خواہ اپنی ذاتی حیثیت میں' دینی اعتبار سے کتنی ہی ناپسندیدہ شخصیت اور مسلمانوں اور اسلام کے حق میں اسم با مسمی یعنی ''صد + دام'' یعنی سو داموں یا جالوں کی حیثیت رکھتا ہو' بہر حال عرب ہونے کے ناطے قرآن سے بھی واقف ہے اور حدیث نبویؐ سے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ دسمبر 90ء میں مَیں نے اس کا جو طویل انٹرویو لاس اینجلس میں سی این این پر دیکھا تھا' جو ایک نہایت ماہر و شاطر شخص جان راور نے لیا تھا' اس موقع پر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا کہ اس کی پشت پر جو طغریٰ آویزاں تھا وہ سورۃ الانبیاء کی آیت 18 کے اس حصے کا تھا۔

نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق

یعنی ''ہم حق کا کوڑا باطل کے سر پر دے مارتے ہیں جو اس کے دماغ کا بھرکس نکال دیتا ہے اور اس طرح باطل نیست و نابود ہو جاتا ہے) اس وقت یہی صدام حسین امریکہ اور اس کے حواریوں کے حلق میں پھنسی ہوئی ہڈی بنا ہوا ہے کہ نہ اگلی جائے نہ نگلی جائے تو کون سے تعجب کی بات ہوگی کی حالیہ جنگ میں وحشیانہ بمباری سے عراق کے کسی خاص شہر یا علاقے میں تباہی اسی درجہ کی ہو جائے جس کا نقشہ حدیثِ نبویؐ میں سامنے آتا ہے؟ اس لئے کہ امریکی صدر بش کے ارادوں اور بیانات سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ان کے کسی ایک سپاہی کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے' خواہ دشمن کا بچہ بچہ ہلاک ہو جائے۔ اس موقع پر اس امر کا ذکر بھی دلچسپی کا موجب ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضرت یوحنا کے مکاشفات میں بھی' جو بائبل کے عہدنامہ جدید کی آخری کتاب میں درج ہیں' عراق کی ایسی ہی شدید تباہی کا ذکر بتکرار و اعادہ موجود ہے۔ ان مکاشفات میں عراق کو ''بڑے شہر بابل'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور سب سے حیران کن امر یہ کہ اس ''شہر'' کے تین ٹکڑے ہو جانے کی نہایت واضح الفاظ میں خبر دی گئی ہے۔ (دیکھئے کتاب ''مکاشفات'' کے باب 16 کی آیات 18-19) اور آج یہ حقیقت نگاہوں کے سامنے موجود ہے کہ عراق بالفعل تین حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ چنانچہ شمال میں کردستان تقریباً خود مختار ہو چکا ہے اور جنوبی علاقے کو ''نوفلائی زون'' قرار دے کر عملاً عراق کی حکومت کے کنٹرول سے آزاد کر دیا گیا ہے اور صرف بقیہ درمیانی علاقے پر حکومت بغداد کی واقعی عملداری باقی رہ گئی ہے۔ اسی طرح آج سے کچھ عرصہ قبل خود میرے لئے یہ بات ناقابل قیاس تھی کہ دنیا میں پھر کوئی ''صلیبی جنگ'' چھڑ سکتی ہے۔ اور سند کی بنیاد پر حدیثِ نبویؐ پر اعتماد کے باوجود مغربی دنیا کے عام سیکولر مزاج کے باعث یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ جن ''ملاحم'' یعنی جنگوں کی احادیث میں خبر دی گئی ہے ان کا دوسرا دور ''مذہبی'' اساس پر ہوگا لیکن اب یہ حقیقت چشم سر کے سامنے موجود ہے کہ بوسنیا ہرزیگووینا سے شروع ہونے والی صلیبی جنگوں کا سلسلہ افغانستان اور عراق کے بعد کہاں تک پہنچے گا۔ ایک نوجوان محقق کی تحقیق جس کا لب لباب یہ ہے کہ ان جنگوں کے دوران شدید جانی و مالی نقصانات کی صورت میں امتِ مسلمہ کے افضل اور برتر حصے یعنی مسلمانانِ عرب کو ان کے اس اجتماعی جرم کی بھرپور سزا مل جائے گی جس کا ارتکاب انہوں نے دینِ حق کے نظامِ عدل و قسط کو ایک کامل نظام زندگی کی صورت میں قائم نہ کر کے کیا ہے۔ ان جنگوں میں ایک مرحلے پر ''دارالسلام'' صرف حجاز تک محدود ہو کر رہ جائے گا اور دشمن مدینہ منورہ کے ''دروازوں'' تک پہنچ جائے گا۔ لیکن پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آئے گی' مسلمانانِ عرب ایک نئی ہیئت اجتماعی تشکیل دیں گے اور ایک نئے قائد و امیر محمد ابن عبداللہ المہدی کے ہاتھ پر ''بیعت'' کر کے جوابی کارروائی کے لئے مستعد ہو جائیں گے۔ اس موقع پر یہ تذکرہ یقیناً دلچسپی کا موجب ہوگا کہ عیسائیوں کی روایات میں بھی اس دنیا کے خاتمے سے قبل ایک عظیم جنگ کا ذکر موجود ہے جو حق اور باطل کے مابین ہوگی۔ چنانچہ حضرت یوحنا کے جن مکاشفات کا تذکرہ اس سے قبل ہو چکا ہے ان ہی میں نہ صرف یہ کہ اس جنگ کا ذکر بھی موجود ہے' بلکہ یہ صراحت بھی ہے کہ اس میں حصہ لینے کے لئے ''مشرق کے بادشاہوں کی فوجیں'' بھی آئیں گی! مکاشفات میں اس جنگ کے دن کو ''خدائے اعظم قادر کا دن'' کہا گیا ہے اور اس کے محلِ وقوع کا نام ''آرمیگاڈان'' بتایا گیا ہے۔ (دیکھئے ''مکاشفات'' باب 16 آیات 12 تا 16) گویا حدیث نبویؐ کا ''الملحمۃ العظمیٰ'' اور بائبل کا ''آرمیگاڈان'' ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں! احادیثِ نبویہؐ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان جنگوں کے پہلے مرحلوں میں مقابلہ صرف عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین ہوگا اور یہودی اگرچہ پس پردہ تو شریک ہوں گے لیکن سامنے نہیں آئیں گے' چنانچہ خلیج کی جنگ کے دوران اس صورت حال کی بھی ایک ابتدائی جھلک دنیا کے سامنے آ چکی ہے کہ امریکہ اور اس کے حواریوں نے اسرائیل کو جنگ میں شرکت سے روکے رکھا ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود پوری کر رہا ہے۔ تاہم جب حضرت مہدی کی قیادت میں مشرق سے آنے والی کمک کی مدد سے مسلمانانِ عرب کامیابیاں حاصل کرنی شروع کریں گے تو یہودی بھی جنگ میں کود پڑیں گے اور یہی مرحلہ ''المسیح الدجال'' کے خروج کا ہوگا...... جس کے ہاتھوں مسلمانوں پر عذاب الٰہی کے کچھ مزید اور شدید تر کوڑے پڑیں گے۔ تاہم اس کے بعد حضرت مسیحؑ نازل ہوں گے اور ان کے ہاتھوں نہ صرف یہ کہ دجال قتل ہوگا بلکہ پوری قوم بنی اسرائیل پر بھی اللہ کا وہ عذاب استیصال نازل ہو جائے گا جس کے مستحق وہ اب سے دو ہزار برس قبل حضرت مسیحؑ کا انکار کر چکے تھے۔ چنانچہ اگرچہ ابتداء مسیح الدجال کے ہاتھوں ''عظیم تر اسرائیل'' وجود میں آ جائے گا' تاہم بالآخر وہی ''عظیم تر اسرائیل'' سابقہ معزول و مغضوب امت مسلمہ کا ''عظیم تر قبرستان'' بن جائے گا۔

(مرسلہ: وسیم احمد)

علامہ عبدالقدوس ہاشمی کے مقالات وملفوظات

نئی کتاب کا تعارف

پہلے عربی زبان کے ایک مقالے "عقلِ مسلم کو نئی صدی کا چیلنج" کے اردو ترجمے کا ایک ٹکڑا ملاحظہ کیجئے:

"نئی صدی ہجری کی ابتدا کرتے ہوئے عقلِ مسلم کے لئے یہ ضروری ہے کہ نئی صدی کے اس چیلنج سے غافل نہ رہے جس کا آج سامنا ہے۔ ہمارے اس دور میں نیزوں نے ان راکٹوں کی صورت اختیار کر لی ہے جو ایٹم بم اپنے سروں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ گھوڑوں نے آواز سے تیز تر پرواز کرنے والے طیاروں کا روپ دھار لیا ہے۔ ان میں سے ہر طیارے میں ایسے اٹھارہ ایٹمی گولے ہوتے ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ آبادی کو نیست و نابود کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔

"ہمارے عہد میں سوار جو پیدل سے دگنا غنیمت کا حقدار ہوتا ہے وہ سوار ہے جو ایٹمی اور ہائیڈروجن بموں کے ہتھیار رکھتا ہے اور اپنے عقیدے اور نظام کے بموجب ایسی مالی و معاشی خوشحالی لاتا ہے جو مادی دنیا کی کایا پلٹ دیتے ہیں یعنی سودی بنکوں اور ہنڈیوں کی دنیا کو بدل دیتے ہیں۔

"مسلمان کا علم اور اس کی عقل کہاں ہے؟ وہی تو ایک انسان ہے جس نے آسمان سے وحی پائی ہے اور ان کے کان میں پہلی آواز آئی ہے کہ "اقرأ" (پڑھ)۔ کیا خوب ہے اس ایک لفظ نے علم وعقل کی ایک دنیا کھول دی۔ پہلی صدی کا دروازہ جس طرح اس ایک لفظ نے کھٹکھٹایا تھا آج پندرہویں صدی کا دروازہ بھی کھٹکھٹا رہا ہے۔ آج بھی مسلمانوں کو اس لفظ کے رموز پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور اس کی حقیقت واقعی غور طلب۔ آج کل مسلمانوں پر بالکل اسی طرح کی جاہلیت، بے عملی اور پسماندگی کا دور طاری ہے جیسا اس وقت تھا جبکہ جبریلؑ پہلی اور عظیم ترین تعلیم لے کر حاضر ہوئے تھے: "اقرأ باسم ربک الذی......"

"اس آیت میں جس طرف متوجہ کیا گیا ہے وہ کسی خاص علم تک محدود نہیں نہ کسی ماحول یا کسی وقت اس زمانے تک محدود ہے بلکہ اس میں صرف ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ کہ جو علم ہو اللہ کے نام کے ساتھ ہو۔ اس توجہ دہانی کے باوجود مسلمانوں نے اپنی پسماندگی کے مختلف مراحل میں علم کو دو اقسام میں تقسیم کر دیا ہے۔ "علم دین اور علم دنیا" سوال یہ ہے کہ مسلمان یہ تقسیم کہاں سے لائے؟

"بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس زمانے میں مسلمانوں کو فوقیت حاصل تھی تو انہوں نے یہ فوقیت صرف روحانی قوت سے حاصل کی تھی۔ اس میں عقل کو کوئی دخل نہ تھا۔ یہ ہرگز درست نہیں۔ اگر اسلامی مراکز دمشق، بغداد، قاہرہ، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، قرطبہ، قیروان اور فاس کو دیکھیں اور ان کا تقابل یورپ، ایشیا اور افریقہ کے غیر اسلامی مراکز سے کریں تو یہ بات صاف طور سے نظر آتی ہے کہ ہم علم اور دین دونوں ہی قوتوں سے حکمراں تھے۔ ہماری عربی زبان اس زمانے میں بالکل یہی مرتبہ رکھتی تھی جو آج کل انگریزی کو حاصل ہے۔ عربی عالمی ثقافت کی زبان تھی۔ کوئی طبیب، کوئی ماہر فلکیات، کوئی فلسفی اور ریاضی داں ایسا نہیں تھا جو عربی زبان نہ سیکھتا ہو۔"

"ندائے خلافت" میں "کتاب نما" کے لئے مختص ایک صفحے کی تنگنائے کو دیکھیں تو مندرجہ بالا اقتباس خاصا طوالانی معلوم ہوتا ہے لیکن نفسِ مضمون اور اس کے خوبصورت اردو ترجمے کو دیکھیں تو جی چاہتا ہے کہ یہ اقتباس کاش طویل تر ہو جائے۔ جو قارئین کرام پورا مضمون پڑھنا چاہیں تو وہ زیر نظر کتاب "مقالات و ملفوظات" کے صفحہ 219 پر ملاحظہ فرمائیں۔ اصل عربی مقالہ سعودی عرب اسکالر ڈاکٹر عبدالحلیم اویسی کی تحریر ہے اور ترجمہ علامہ سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ کتاب میں اس ترجمے کے علاوہ شیخ احمد ابن علی مقریزی (متوفی 845 ہجری) کے مشہور مقالے (تجرید التوحید) کا اردو ترجمہ بھی شامل ہے۔ ان دو ترجموں کے ساتھ ساتھ خود علامہ ہاشمی کے اپنے تحریر کردہ 25 سے زیادہ مقالات بھی شریک ہیں جن میں زیادہ مقبول یہ ہیں:۔ نظامِ باطن، سید کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ، تفسیر و تاویل قصۂ آدم " "تعویذ کیا ہے، کہاں سے آیا؟ اردو زبان میں اسلامی ادب، عرس مبارک، علم لدنی کی لغوی اور معنوی تحقیق، ولایت اور ولی، نبی کریم کی معاشی اصلاحات، اہل صفہ کون تھے، احادیثِ نبویؐ کی اہمیت، نعت اور قصائد نبوی کی تاریخ کا جائزہ اور خلافتِ اسلامیہ میں ملی رابطے کا تصور کیوں مضمر ہے؟

علامہ ہاشمی نے اپنے استاد محترم علامہ سید سلیمان ندوی اور اپنے مخلص دوست مولانا ماہر القادری کی شخصیت و خدمات پر بھی دو مضامین قلم بند کئے ہیں۔ کتاب کے مرتب نے جناب اقبال احمد صدیقی نے، جو خود بھی ممتاز صحافی ہیں، یہ بہت اچھا کیا کہ علامہ صاحب کے ذاتی حالات و واقعات بھی رقم کر دیئے۔ علامہ ہاشمی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو کسی قسم کی تشہیر، انعام و صلے کی پروا کئے بغیر انتہائی خاموشی، خلوص اور لگن سے فکری، علمی اور تحقیقی کاموں میں اپنی پوری زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو زبان کا یہ عظیم محقق اور دانشور حینِ حیات، عوام تو کیا، خواص کی نظروں سے بھی اوجھل رہا۔ مبارک اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جس کو قدر شناس اولاد عطا ہو جاتی ہے جو ان کی خاموشی اور سکوت کو بالآخر اظہار و ابلاغ کے پر لگا کر ان کے کارناموں کو جاننے والوں کی دہلیز تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب ان کے فرزندوں سید عبدالمتین ہاشمی اور ایس ایچ ہاشمی نے کراچی میں "سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی ٹرسٹ" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کر دیا ہے جو ان کے والد محترم کی چالیس سے زیادہ دینی و علمی تصانیف کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کرے گا۔

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی (1911ء۔1989ء) نے میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا عبدالرحمان محدث مبارک پوری سے فیض حاصل کرنے کے بعد مولانا حیدر حسن ٹونکی سے حدیث پڑھی اور تکمیل علوم کے بعد 1926ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سندِ فراغ حاصل کی۔ وہاں آپ علامہ سید سلیمان ندوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ تحریک پاکستان کے پرجوش حامی، دانشور اور قلم کار تھے۔ پاکستان کی حقانیت پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔ قیام پاکستان کے بعد یہاں چلے آئے۔ اسلام آباد میں آپ کا تعلق اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے رہا۔ وہیں وفاقی حکومت کے ایماء پر ایک عظیم الشان ریسرچ لائبریری قائم کی جس میں 30 ہزار نایاب کتب کا ذخیرہ کیا۔ علامہ صاحب کافی عرصے تک مؤتمر عالم اسلامی کے ڈائریکٹر بھی رہے۔

علامہ صاحب کے مزید شخصی حالات اور ان کے افکار و خیالات جاننے کے لئے پوری کتاب کا مطالعہ ضروری ہے، بہت ضروری ہے۔ ناشر کا پتہ:

194۔ سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی

(تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

اطلاع

حلقہ لاہور ڈویژن کے زیر اہتمام رفقاء تنظیم اسلامی کے لئے ایک روزہ تربیتی پروگرام ان شاء اللہ 6 اپریل بروز اتوار صبح 9 بجے تا نماز عشاء دفتر حلقہ ریواز گارڈن میں منعقد ہو گا۔ بعد نماز مغرب امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا "توبہ" کے موضوع پر خصوصی خطاب ہو گا۔

☆ بنک کی نوکری حلال ہے یا حرام؟
☆ کیا مصیبت کی گھڑی میں اذانیں دینی چاہئیں؟
☆ ’’جو مر گیا اس کے لئے قیامت برپا ہوگئی‘‘ کیا یہ درست ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: بینک کی نوکری‘ تنخواہ اور بعد میں گولڈن شیک ہینڈ حلال ہے یا حرام؟

ج: بینک کی نوکری میرے نزدیک سودی نظام کی کے ساتھ تعاون کی ایک بڑی شکل ہے۔ اگرچہ لوگ مجبوری کو‘ اپنا پیٹ پالنے کو بنک کی نوکری کرتے ہیں لیکن بہرحال اس سے آپ ایک خالص سودی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ویسے سود سے خالی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر آپ ٹیکسٹائل مل میں کام کر رہے ہیں تو ٹیکسٹائل مل کے اندر بھی سودی انوسٹمنٹ ہوئی ہے‘ قرضے لئے ہوئے ہیں‘ بالکل پاک تو نہیں ہے۔ اگر حکومت پاکستان کی آپ سروس کر رہے ہیں تو اس نے کتنے قرضے سودی لئے ہوئے ہیں۔ کوئی آڈیٹر جنرل کے محکمے میں کام کر رہا ہے تو وہ سود کی Entries پاس کر رہا ہے۔ چنانچہ سود سے بالکل بچا ہوا تو ہمارے ہاں کوئی نہیں۔ گندم بھی جو ہم کھا رہے ہیں اس میں سود موجود ہے۔ اس کے لئے جو بیج لیا گیا تھا وہ سودی قرضے پر تھا۔ اس کے لئے جو کھاد لی گئی وہ سودی قرضے پر تھی۔ تو سارا سود ہی سود ہے۔ لیکن بنک سب سے زیادہ گاڑھا ادارہ ہے‘ جو سود پر مبنی ہے۔ اس کی Basic Preposition یہ ہے کہ کم شرح سود پر لوگوں سے پیسے لے کر جمع کر لو اور زیادہ شرح سود پر لوگوں کو دے دو۔ یہ جو Difference ہے وہ بنک کی کمائی ہے‘ لہٰذا بہتر ہے کہ بنک کی ملازمت چھوڑ دی جائے۔

س: کیا مصیبت کی گھڑی میں اذانیں دینی چاہئیں۔ اس وقت جبکہ مسلمانوں پر آگ کی بارش برسائی جا رہی ہے‘ کیا تنظیم اسلامی کی طرف سے اذانیں دینے کی اپیل کی جا سکتی ہے تاکہ مسلمانوں پر اللہ رحمت کرے اور امریکیوں کو تباہ و برباد کر کے مسلمانوں کو فتح نصیب ہو؟

ج: اصل میں یہ تمام چیزیں ایک ایسے معاشرے کے لئے ہیں جو اسلام پر کاربند ہو‘ تب تو آپ کا آیت کریمہ کا ورد بھی مفید ہوگا‘ دعائیں بھی مفید ہوں گی‘ خانہ کعبہ میں جا کر دعائیں کرنا مفید ہوں گی۔ جب تک ہم حرام پر کاربند ہیں‘ اور ہم باطل نظام میں رہ رہے ہیں‘ اسے بدلنے کی جدوجہد نہیں کر رہے تو ہماری اذانیں کیا کریں گی۔ وہ تو ہمارے منہ پر دے ماری جائیں گی۔ اسی طرح آج کل قنوت نازلہ پڑھی جا رہی ہے۔ نامعلوم کتنی قنوت نازلہ پڑھی گئی تھیں جب فال آف ڈھاکہ ہوا ہے۔ لیکن کیا ہوا؟ ہمیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔ قرآن حکیم کی ایک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس وقت تک تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے‘ جب تک کہ تم اللہ کے دین کو قائم نہیں کرتے۔ ہاں‘ اللہ کے دین کو قائم کرو‘ پھر دعا کرو۔ یا جو اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے وہ دعا کرے کہ اے اللہ! ان مسلمانوں کو بخش دے تو اللہ سے امید ہے کہ وہ دعا کی قبولیت کے ساتھ ساتھ ایسے مسلمانوں کی مدد بھی کرے گا۔ ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

س: ڈیڑھ سال قبل میری والدہ کا انتقال ہوا‘ کراچی میں دفن ہیں‘ چند دنوں سے مجھے یہ خواب نظر آ رہا ہے کہ میری والدہ پریشان ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ میری قبر میں کسی نے آ کر اندھیرا کر دیا ہے۔ میں بہت پریشان تھی کہ یہی خواب میرے بھائی نے بھی دیکھا‘ جب ہم وہاں گئے تو دیکھا ان کی قبر کے اوپر کسی مرد کی قبر بن چکی ہے۔ ایسے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

ج: میرے خیال میں آپ اپنی والدہ کے لئے دعا کریں اور صدقہ خیرات کریں۔ اپنی والدہ کے لئے ثواب کی نیت سے زیادہ سے زیادہ غریبوں‘ بیواؤں‘ مسکینوں کو یا یتیم خانوں میں‘ جہاں بھی ہو سکے پیسہ خرچ کریں۔ یہ عالم برزخ کی باتیں ہوتی ہیں‘ انہیں انہی چیزوں سے ٹالا جا سکتا ہے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

س: (i) عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ میں بشارت دینے والا ہوں۔ ایک رسول آئے گا میرے بعد‘ اس کا نام احمد ہوگا۔ وضاحت فرمائیں کہ حضور پاکؐ کا اسم مبارک کلمے میں ’’محمدؐ‘‘ آیا ہے‘ جبکہ بشارت میں احمد آیا ہے؟
ii) کہتے ہیں جو مر گیا اس کے لئے قیامت آ جاتی ہے کیا یہ درست ہے؟

ج: i) پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کئی نام ہیں۔ آپؐ احمد بھی ہیں‘ محمدؐ بھی ہیں‘ حامدؐ بھی ہیں۔ اس اعتبار سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ احمد اور محمد میں معنوی اعتبار سے بھی کوئی فرق نہیں...... احمد ہے افعل کے وزن پر جیسے اکبر یعنی سب سے بڑا‘ تو احمد وہ ہوا جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے اور یہی محمد کے معنی ہیں وہ جن کی بہت حمد کی جائے۔ لہٰذا ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔
ii) جو مر گیا اس کی قیامت آ گئی‘ اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو نیکیاں کمانے کا معاملہ ہو سکتا تھا‘ وہ سلسلہ ختم ہو گیا اور عالم برزخ کے بارے میں آپ کو معلوم ہے کہ یہ خبریں دی گئی ہیں کہ نیکوکاروں کے لئے کہ جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے‘ ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں اور غلط کار جو جہنم میں داخل کئے جائیں گے اس عرصے میں انہیں جہنم کی لپٹ آتی رہتی ہے۔ اب یہ وہ چیزیں ہیں جن کو ہم سمجھ نہیں سکتے‘ بس اس میں جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اس پر ہمیں یقین رکھنا چاہئے اور اس سے آگے کی کھود کرید میں نہیں پڑنا چاہئے۔

س: اسلام میں مرتد کا کیا Concept ہے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر لوگ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ اگر ایسا کوئی شخص جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہوتا ہے اور بالغ ہونے پر وہ اسلام کے بجائے کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ مرتد ہوگا‘ حالانکہ وہ صحیح معنوں میں کبھی مسلمان تھا ہی نہیں؟

ج: دیکھئے! اسلام اور کفر‘ یہ قانونی چیزیں ہیں۔ جبکہ ایمان اور نفاق‘ یہ اندرونی چیزیں ہیں۔ ایک شخص موروثی مسلمان تھا تو قانونی طور پر مسلمان ہی شمار ہوگا۔ جب وہ مرتد ہوگا‘ تب اسے اسلام سے خارج قرار دیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مرتد کی سزا اسلامی ریاست میں دی جائے گی۔ کیونکہ اسلامی ریاست میں پوری دینی تعلیم و تربیت کا بندوبست ہوگا‘ لوگوں کو دین پر چلنے کے لئے پوری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی‘ اگر وہاں کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے تو پھر اس کی سزا قتل ہے۔

کابل میں بھارت کا بڑھتا ہوا اثر و نفوذ

افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمے کے فوراً بعد بھارت نے کابل سے روابط استوار کرنے کی مہم تیز کر دی تھی۔ عسکری حلقوں میں یہ معلوم حقیقت ہے کہ شمالی اتحاد کی کامیابیاں بھارت' روس' امریکہ اور ایران کی بالواسطہ یا براہ راست مدد کی بدولت ہی ممکن ہوسکیں۔ باشیمان کی فتح ہو یا کابل میں داخلہ شمالی اتحاد کو بھارت کی درپردہ مدد حاصل رہی۔ طالبان کے 5 سالہ دور حکومت میں بھارت نے شمالی اتحاد کی ہر طرح مدد کی انہیں اسلحہ فراہم کیا۔ طبی سہولیات فراہم کیں' ڈاکٹر بھیجے' اسپتال قائم کر کے دیئے' جو جنگی زخمیوں کو طبی امداد فراہم کرتے اور ان کا علاج کرتے۔ تاجکستان اور ازبکستان کے راستے شمالی اتحاد کی خوب مدد کی گئی۔ یہاں تک کہ وادی پنج شیر میں روسی افواج اور اسرائیلی خفیہ تنظیم ''موساد'' کی براہ راست مداخلت کے شواہد موجود ہیں۔ اس طویل اور اہم ساتھ کے بعد شمالی اتحاد کو جب اقتدار میں حصہ ملا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ بھارتی مفادات کو نظر انداز کر دیں۔ پاکستان کی افغان پالیسی نے اگرچہ قلابازی کھائی اور عوامی احساسات کے برخلاف یک لخت ایک ''یوٹرن'' لیا' لیکن چونکہ یہ ایک مسلط کردہ پالیسی ہے۔ لہٰذا اسے کبھی وہ مقام حاصل نہ ہو سکا جو موجودہ افغانستان حکومت میں بھارت کو حاصل ہے۔ بھارت کے نہ صرف شمالی اتحاد سے قدیم روابط ہیں بلکہ موجودہ افغان سربراہ حامد کرزئی 30 برس قبل بھارت میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ شملہ کے کئی افراد آج بھی ان کے زمانہ طالب علمی کے واقعات دہراتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ افغان وزیر تجارت مصطفیٰ کاظمی و دیگر کئی ارکان کا بھارت کی جانب واضح جھکاؤ ہے۔

بھارتی اعانت یہیں تک محدود نہیں رہی' بھارت 30 ہزار افغان مہاجرین کو پناہ دیئے ہوئے تھا۔ ہانگ کانگ میں جب دنیا کے سامنے کرزئی نے کشکول پھیلایا تو بھارت نے فوراً اس کشکول میں 10 کروڑ امریکی ڈالر ڈال دیئے۔ ایک کروڑ ڈالر کی مدد مارچ تک ساڑھے تین کروڑ ڈالر کی امداد دی جائے گی اور آئندہ برس تک یہ امداد ستر کروڑ ڈالر تک جا پہنچے گی۔ جی ہاں! افغانستان کی تعمیر کے لئے بھارتی امداد۔ سوچئے! اس ''شوراشوری'' کے بعد ''بے نمکی'' یا نمک حرامی کا کوئی امکان رہ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب تو سفارت خانے کھلیں گے۔ تجارتی راستے اور رابطے بھی بنیں گے۔ بیوپاری آئیں گے' جائیں گے۔ آپ دیکھیں کتنی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ روس' بھارت' افغانستان اور ایران تجارتی معاہدے کئے جا رہے ہیں۔ بھارت افغانستان کی تعمیر میں نہ صرف دل کھول کر رقم فراہم کر رہا ہے' بلکہ وہاں تکنیکی معاونت فراہم کر رہا ہے۔ ٹیلی کمیونیکیشن نظام کی تنصیب' بجلی اور پانی کی فراہمی کے انتظامات' کابل میں انڈسٹریل پارک کا قیام' کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں معاونت' طبی سہولتوں کی فراہمی' اسپتالوں کا قیام اور افغانیوں کی تفریح اور ثقافتی تباہی کے لئے فلمیں۔

شیخ جابر

افغان فضائی کمپنی آریانا کو تین ''بوئنگ طیارے'' دیئے گئے۔ کابل میں 40 لاکھ ڈالر کی لاگت سے اندرا گاندھی اسپتال کا قیام۔ حال ہی میں افغان' بھارت اور ایرانی تجارتی معاہدہ ہوا ہے۔ جس کی رو سے ایران اپنے جنوب مغرب میں موجود ''چبہار'' کی پورٹ افغانستان کو برابر مفت فراہم کر رہا ہے۔ بھارت اسی پورٹ سے کابل تک 200 کلومیٹر نہایت عمدہ ہائی وے بنا کر دے رہا ہے۔ ان راستوں کی دریافت اور تعمیر کے بعد' نیز بحری و فضائی راستوں سے تجارتی معاہدوں کے بعد بھارت اور بھارتی بیوپاری کی براہ راست رسائی' افغانستان کے میوہ جات' پھلوں اور دواسازی کے لئے پائی جانے والی جڑی بوٹیوں کے علاوہ وسط ایشیا کی آزاد ریاستوں تک ہو جائے گی۔ بھارتی معیشت دنیا کی چھٹی بڑی معیشت ہے۔ اسے فروغ کے مزید مواقع ملیں گے اور جہاں بھارتی ہوں گے وہاں وہ پاکستان اور پاکستانیوں کو کیوں کر آنے دیں گے۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکے گا کہ کابل میں مواصلات' رقم' اناج' روڈ اور 50 سے زائد بسیں تو بھارت کی چلیں اور سکہ پاکستان کا چلے؟ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ بات اس سے بھی آگے بڑھے گی۔ بھارتی امداد اکیلی نہیں ہے۔ اس امداد کے ساتھ ساتھ نہ صرف بھارتی مفادات ہیں بلکہ اس کے جلو میں یہودی مفادات اور ''موساد'' بھی ہے جو افغانستان میں سرگرم عمل ہو جائے گی اور افغانستان کے راستے ہماری سرحدوں تک آ پہنچے گی۔ سرحدی علاقوں میں شورشوں کو ہوا دینا اور پاکستان کو کمزور کرنا' یہ سب منصوبوں کے حصے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف کا حالیہ دورۂ روس اور روسی صدر کو پاکستان دورے کی دعوت' یہ سب یوں ہی تو نہیں ہو گیا۔ یہ دورہ بہت سے دوررس نتائج کا حامل ہے۔ چترال و دیگر سرحدی علاقوں پر جنرل صاحب کی خصوصی توجہ اس بات کی مظہر ہے کہ انہیں اچھی طرح احساس ہے کہ کیا کیا ہو رہا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ہماری کوشش ہوگی کہ عراق کے بعد ہماری باری نہ آئے۔ یا یہ کہ ہمیں اپنی جنگ خود لڑنی ہے' کوئی ہماری مدد کے لئے آنے والا نہیں۔ ان کے Clear Vision کی واضح دلیلیں ہیں۔ لاکھ ان کی پالیسیوں سے اختلاف کیا جائے لیکن ان کے بیانات مظہر ہیں کہ انہیں اس تمام گٹھ جوڑ کا خوب احساس ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ سفارتی اور تجارتی محاذوں پر کچھ کر پاتے ہیں یا اندرون ملک اقتدار کی غلام گردشوں اور محلاتی قسم کے معاملات ہی تک محدود رہ جاتے ہیں۔

شعبہ سمع و بصر کی تیار کردہ چند نئی سی ڈیز

☆ مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب (ویڈیو سی ڈی)

☆ تلاوت قرآن حکیم (آڈیو سی ڈی)

قراء: (۱) احمد العجمی' عبدالعزیز' محمد المحیسنی' سعود الشریم

(۲) محمود خلیل الحصری' الطبلاوی' عبدالکریم

☆ شادی بیاہ کی تقریبات میں اصلاح کی اہمیت اور عملی تجاویز (ویڈیو سی ڈی)

قیمت فی سی ڈی: 40 روپے

آج ہی اپنا آرڈر بک کروائیں

شعبہ مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون 03-5869501

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

دفتر حلقہ سرحد شمالی میں درسِ قرآن مجید کا آغاز

حلقہ سرحد شمالی نے اپنے نئے دفتر واقع اتفاق پلازہ فلیٹ 5 بلاک روڈ ہمر گرہ میں درسِ قرآن بذریعہ ویڈیو کا آغاز کر دیا ہے۔ یہ پروگرام ہفتہ میں دو دن جمعرات و جمعہ ان شاء اللہ باقاعدہ ہوتا رہے گا۔ اس کے لئے باقاعدہ خطوط احباب کو بھیجے گئے' پوسٹرز لگائے گئے اور ایک بڑا بینر آویزاں کیا گیا جس کے نتیجے میں پہلے ہی دن 40 کے قریب احباب تشریف لائے۔ اس افتتاحی نشست میں احباب کی چائے سے تواضع کی گئی۔

شاہ وارث' معتمد تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی

تنظیم اسلامی [illegible] کا ایک [illegible] پروگرام

الحمد للہ مورخہ 9 مارچ کو بعد از نماز مغرب فرید بھائی کے مکان پر ایک درس کا اہتمام کیا گیا جس کا موضوع ''اسلام کا فلسفہ شہادت'' تھا اس کے مقرر جناب شجاع الدین شیخ تھے۔ انہوں نے کہا کہ شہادت کا لفظ قرآن حکیم میں استعمال ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہادت کے معنی گواہی دینے کے ہوتے ہیں لیکن اس گواہی کو دینے میں اگر کوئی اپنی جان دے تو یہ شہادت کی اعلیٰ مثال ہوگی۔

انہوں نے کہا کہ اسلام میں اپنی متاع زندگی کی بازی لگا دینے کے حوالے سے دو طرح کی مثال ہمارے سامنے آتی ہے ایک وہ جو دین اسلام کو قائم کرنے کے سلسلے میں دورِ نبویؐ میں ہوئیں دوسری وہ جو دورِ نبویؐ کے بعد دین اسلام کو قائم رکھنے کے سلسلے میں ہوئی۔ اس دوسری طرح کی شہادت حضرت حسینؓ نے دی۔

انہوں نے کہا کہ آج بھی دین اسلام کو اس دوسری طرح کی شہادت مطلوب ہے۔ کیونکہ آج ہمارا دین مغلوب ہے اس کو غالب کرنے کے لئے اپنا تن' من' دھن اور اپنی جان کی بازی لگانے کی ضرورت ہے۔

اس پروگرام میں علاقے کے رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: نوید کاشفی)

ماہانہ تنظیمی اجتماع ہارون آباد

اس پروگرام کا آغاز 27 مارچ بروز جمعرات کو بعد نماز ظہر (1:30) بجے مسجد جامع القرآن ہارون آباد میں کیا گیا۔ جس میں حلقہ بہاولنگر کے تنظیمی رفقاء کو شرکت کی دعوت دی گئی۔

اس پروگرام کا آغاز امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد نے ''مسلمانانِ عالم کی ذلت و رسوائی کے اسباب'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ جس میں منیر احمد نے سابقہ اُمت مسلمہ اور موجودہ امت مسلمہ کے دو دو عروج و زوال کا موازنہ کیا اور بتایا کہ جس طرح اُمت بنی اسرائیل کو سزا دی گئی اور سزا ہمیشہ اپنے فرض منصبی کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ملی۔ اور اگر آج ہم بھی اپنا فرض منصبی کو ادا نہ کریں گے تو ہم کو بھی سزا ملے گی بلکہ سزا مل رہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے سورۃ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کی۔ محمد منیر صاحب کے بعد جناب ذوالفقار علی نے خطاب کیا اور انہوں نے تنظیمی رفقاء کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ نماز عصر پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 25 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: وقار اشرف)

اسرہ عثمان آباد کا ماہانہ دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی شہر ملتان کے اسرہ عثمان آباد کے زیر اہتمام مورخہ 21 مارچ 2003ء کو ماہانہ دعوتی اجتماع ہوا۔ اس پروگرام کی تشہیر کے لئے دعوتی ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ جامع مسجد محمود آباد کالونی میں بعد نماز مغرب تا عشاء نقیب اسرہ جناب پروفیسر محمود الٰہی صاحب کے ''منہج انقلاب نبویؐ'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس مسجد میں ہر جمعہ کو مغرب تا عشاء تبلیغی جماعت کا بھی پروگرام ہوتا ہے لیکن تنظیم اسلامی کے اس پروگرام میں تبلیغی بھائیوں نے شرکت کی اور پوری دلجمعی سے خطاب کو سنا۔ جناب پروفیسر محمود الٰہی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ:

آج امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت عراق پر چڑھ دوڑا ہے اور وہ معصوم بچوں اور بے گناہ عراقیوں کے خون سے عراقی سرزمین کو سرخ کر رہا ہے۔ اس سے پہلے افغانستان پر انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب کچھ آپ کے علم میں ہے۔ آج امت مسلمہ پر ذلت اور رسوائی تھونپ دی گئی ہے۔ عالمی سطح پر امت مسلمہ تمام تر وسائل کے باوجود خوف زدہ اور سہمی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو جب تک ہم اپنے اوپر اور اپنے ملک میں جب تک نافذ نہیں کریں گے۔ ہر آنے والا دن پہلے سے بھی بدتر ہوگا۔ آپ نے منہج انقلاب کے چھ مراحل بیان فرمائے۔ جن میں دعوت توحید' تنظیم' ترتیب' صبر محض' مسلح تصادم اور دین کا نفاذ بیان کئے اور تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کو بھی تنظیم اسلامی کا تعارف کرایا۔ یہ لیکچر تقریباً 50 منٹ تک جاری رہا۔

آخر میں شرکاء کی خدمت میں تواضع پیش کی گئی۔ اس میں مجموعی طور پر رفقاء سمیت تقریباً 50 افراد نے شرکت کی اور اجتماعی دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مرتب: شہباز نور)

تنظیم اسلامی پنڈی گھیپ کا دعوتی پروگرام

اس دفعہ ہمارا دعوتی پروگرام ''چکی'' گاؤں میں بعد از نماز مغرب 21 مارچ کو منعقد ہوا۔ اس پروگرام کو مسجد عثمان غنیؓ میں ترتیب دیا گیا۔ پنڈی گھیپ سے تقریباً 3 بجے آٹھ ساتھی ''چکی'' کے لئے روانہ ہوئے۔ چکی پہنچنے پر عصر کی نماز ادا کی اور مسجد کے خطیب قاری عبدالرحمٰن کو ملے اور ان سے درس کے متعلق گشت کرنے کی ترتیب بنا کر دی۔ قاری صاحب نے تین ٹولیوں کو گاؤں کے مختلف حصوں میں گشت کرنے کے لئے بھیج دیا۔ مغرب کی اذان تک گشت کیا گیا اور تین ساتھیوں کی مساجد میں ڈیوٹی لگا دی گئی کہ وہ مسجد میں فرض نماز کے بعد درس کا اعلان کریں۔ مغرب کی نماز کے بعد درس قرآن کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ قاضی ظہور صاحب نے اپنی تعارفی نشست میں تنظیم اسلامی کا تعارف کروایا اور فرمایا کہ مسلمان امت کی موجودہ پستی کی وجہ قرآن سے دوری ہے اور یہ پستی اسی وقت عروج میں بدل سکتی ہے جب ہم قرآن سے جڑیں گے اور قرآن ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں گے۔ قاضی ظہور صاحب کے درس کے بعد مبتدی رفیق محمد طاہر صاحب کو ''فرائض دینی کے جامع تصور'' پر درس دینے کی دعوت دی گئی۔

طاہر نے بینر کی مدد سے درس کو ایک لیکچر کی صورت میں دیا۔ انہوں نے موضوع کا حق ادا کیا اور بڑے ہی سلیس انداز میں درس کو سامعین پر کھول کر رکھ دیا۔ طاہر نے کہا کہ بحیثیت مسلمان ہر آدمی پر دین کے تین فرائض عائد ہوتے ہیں۔

<u>پہلا فرض</u>: خود اللہ کا بندہ بننا' انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے اپنے پانچ فٹ اور پانچ مرلے کے مکان پر دین کو نافذ کرو اور جو بھی دین اسلام کی ڈیمانڈ ہے اس کو پورا کرو۔ اللہ کا بندہ بننے کے لئے اسلام کی اطاعت' تقویٰ اور عبادت پر چلنا لازمی ہے۔ یہاں پر اسلام کی پہلی سٹیج مکمل ہو جاتی ہے۔

<u>دوسرا فرض</u>: دین کو دوسروں تک پہنچانا۔ درس کی دوسری ڈیوٹی تھی کہ دین کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ دین کو دوسروں تک پہنچائیں گے تو دین پھیلے گا۔ گھر بیٹھے دین نہیں پھیل سکتا' اور اسی دوران ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تقاضے بھی پورے کرنے ہیں اور شہادت علی الناس کا حق بھی ادا کرنا ہے۔

<u>تیسرا فرض</u>: دین کو قائم کرنا' ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اسلام کو قائم کرنے کی کوشش کرے' اگر تو دین قائم ہے تو اسے قائم رکھا جائے اور اگر قائم نہیں ہے تو اسلام کو قائم کرنا ضروری ہے۔ طاہر نے کہا کہ ان فرائض کو ادا کرنے کے لئے تین لوازم ہیں جو کہ اگرچہ فرض کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً نماز فرض ہے اور وضو اس کی شرط اگر تو وضو کریں گے تو نماز ہوگی تو اسی طرح وضو بھی فرض ہو گیا۔ وہ تین لوازم مندرجہ ذیل ہیں:۔

<u>جہاد</u>: پہلی سٹیج پر انسان اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے گا خود اللہ کا بندہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے نفس کو اللہ کا مطیع و فرمانبردار بنایا جائے۔ دوسری سٹیج پر جہاد نظریات کے ساتھ ہوگا۔ اس باطل معاشرے میں جب آپ قرآن کی دعوت کو لے کر نکلیں گے تو معاشرے میں آپ کا ٹکراؤ باطل نظریات کے ساتھ ہوگا اس وقت آپ نے قرآن کو اپنا دست راست بنانا ہوگا۔

<u>جماعت</u>: اس لوازم کو اس درس میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ پہلی سٹیج پر آپ خود اللہ کا بندہ بننے کے لئے کوشش کر سکتے ہیں۔ لیکن دوسری سٹیج پر اگر کچھ آدمی مل جائیں تو کام میں آسانی ہو سکتی ہے۔ مگر تیسرا سٹیج دین کو قائم کرنے کے لئے ہے اس پر جماعت کے بغیر تیسرے سٹیج پر کام نہیں ہو سکتا۔

<u>بیعت</u>: بیعت تیسرا لوازم ہے اور ہمیں جماعت بنانے کے لئے

(باقی صفحہ 9 پر)

24 مارچ' اتوار: (عراق کے خلاف امریکی جارحیت کا پانچواں دن) گزشتہ روز اتوار کو 23 مارچ کو "یوم قرارداد پاکستان" کی تقریبات کے ساتھ ساتھ لاہور میں "متحدہ مجلس عمل" کے زیر اہتمام ملین مارچ میں لاکھوں پاکستانیوں نے عراق پر امریکی جارحیت کی شدید مذمت کرتے ہوئے عراقی عوام کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا گیا۔ قاضی حسین احمد' مولانا شاہ احمد نورانی' مولانا فضل الرحمٰن' مولانا سمیع الحق' علامہ ساجد نقوی' پروفیسر ساجد میر' ڈاکٹر اسرار احمد' جاوید ہاشمی' عمران خان اور حافظ محمد سعید نے ملین مارچ کی قیادت کی اور بعد ازاں اسمبلی چوک میں خطاب کیا۔ شرکاء نے مارچ کے دوران امریکی صدر بش کے پتلے نذر آتش کئے اور ان پر جوتے برسائے...... امریکی حملے کے چوتھے روز عراق نے امریکی و اتحادی فوجوں پر زبردست جوابی حملے شروع کر دیئے' جس کے بعد ہر محاذ سے امریکی و برطانوی فوجیں اپنے فوجیوں کی نعشیں چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ عراق نے 35 امریکی فوجیوں کو قیدی بنا لیا۔ عراقی ٹیلی ویژن نے امریکی قیدیوں کے انٹرویو ٹیلی کاسٹ کئے۔ یہ تمام قیدی' جن میں ایک موٹی تازہ سیاہ فام عورت شاناتا بھی شامل ہے' انتہائی خوفزدہ نظر آ رہے تھے اور ہر سوال کا جواب سہمے سہمے انداز میں دیتے تھے۔

25 مارچ' پیر: (جنگ کا چھٹا دن) عراق کے صدر صدام حسین نے قوم کے نام ایک نشری خطاب میں کہا کہ عراقی عوام انسانیت کے دشمن امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں' فتح حق کی ہو گی۔ اتحادی فوجیں موت کے پھندے میں پھنستی جا رہی ہیں۔ مجاہدو بڑھو' دشمن کا گلا کاٹ دو۔ اسے اتنا ماریں کہ وہ ہمیشہ یاد رکھے۔ دشمن سمجھتا تھا کہ جنگ محدود ہو گی' لیکن ہم جنگ کو طویل تر بنا کر دشمن کو نیست و نابود کر دیں گے۔ عراق پر دشمن کے حملے کے مقاصد کچھ اور ہیں' جس کے پیچھے صیہونیت کارفرما ہے' مگر دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ فیصلے کا دن آ گیا ہے۔ عراقی فوج اور عوام متحد ہو کر جہاد کریں' ان شاء اللہ فتح ہماری ہو گی...... عراقی فوج کی جانب سے شدید مزاحمت کے باعث امریکی فوج ابھی تک بصرہ پر قبضہ نہیں کر سکے اور اسے بغداد کی جانب جانے والا راستہ تبدیل کرنا پڑا ہے۔ دوسری جانب شدید مزاحمت کے ساتھ ساتھ عراقی رضاکار دستوں کے حملوں' بچوں اور عورتوں کو شیلڈ بنائے جانے کے باعث "صحرائی چوہوں" پر مشتمل برطانوی فوج بصرہ سے بھاگنے پر مجبور ہو گئی۔ برطانوی فوج نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ صدام کے بیٹے کی قیادت میں فدائین نے گوریلے حملے کر کے برطانوی فوج کو خطرے میں ڈال دیا ہے...... جنوبی عراق کے صحرائی علاقے میں ریت کے بڑے طوفان سے امریکی فوج کے 101 ویں ایئربورن ڈویژن کی بغداد کی جانب پیش قدمی رک گئی ہے۔ ریت کا طوفان اتحادیوں کے لئے دیوار بن گیا...... آسٹریلیا اور بنگلہ دیش میں آج بھی امریکہ کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ لاہور میں وکلاء کا زبردست احتجاجی مظاہرہ ہوا جس میں اقوام متحدہ کے چارٹر کی کاپیاں نذر آتش کی گئیں۔

26 مارچ' منگل: (ساتواں دن) عراقی صحرا میں اٹھنے والے ریت کے زبردست طوفان اور کالی آندھی اتحادی فوجیوں پر ٹوٹ پڑی۔ ان کی پیش قدمی رک گئی۔ تمام فوج جہاں تھی' وہیں جام ہو کر رہ گئی ہے۔ امریکی فوجیوں کے پھیپھڑے ریت سے بھر گئے۔ طوفان کی وجہ سے 100 میٹر آگے تک دیکھنا ناممکن ہو گیا...... بغداد کو قلعہ بند کرنے کے لئے چاروں طرف خندقیں کھودی گئی ہیں۔ صدام کے خصوصی دستے گلیوں میں تعینات کر دیئے گئے ہیں۔ صدام نے فوج اور قبائل کو حکم دیا ہے کہ میرے حکم کے بغیر ہی حملہ آوروں کو دیکھتے ہی گولی مار کر ہلاک کر دیں...... امریکی جارحیت کے خلاف دنیا بھر میں امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی لہر میں آئے دن تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ مائیکروسافٹ سے کوڈک' کوکاکولا سے مارلبورو سگریٹ' شراب حتیٰ کہ ایکسپریس کارڈز کے صارفین سے بھرپور اپیل کی جا رہی ہے کہ وہ امریکی جارحیت کے خلاف اس کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ جرمن صنعت کاروں نے امریکی کمپنیوں سے معاہدے توڑ دیئے۔ انڈونیشیا' روس' جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں جنگ کے مخالفین نے امریکی مصنوعات کے خلاف پوسٹرز' بلے کارڈز چسپاں کر دیئے۔

27 مارچ' جمعرات: (جنگ کا آٹھواں دن) امریکی صدر بش نے کہا ہے کہ جنگی قیدیوں کو نقصان پہنچانے' شہریوں کو انسانی شیلڈ کے طور پر استعمال کرنے اور جعلی سرنڈر کر کے امریکی فوجیوں پر فائرنگ کرنے والے جنگی مجرم ہیں جن کو "یوم انصاف" کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ عراق میں مزاحمت ہمارے اندازے سے بہت زیادہ ہے۔ جنگ کا خاتمہ ابھی بہت دور ہے...... بغداد کے شہری علاقے میں مارکیٹ پر اتحادی بمباری کے بعد شہریوں نے ایک بڑا مظاہرہ کیا۔ مشتعل مظاہرین شہید ہونے والوں کے جوتے اور کپڑے لہراتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ وہ امریکہ کے خلاف اور صدام کے حق میں نعرے لگا رہے تھے...... بغداد کی جانب بڑھنے کی کوشش میں مصروف امریکی فوج ابھی تک نجف اشرف کے باہر ہی ہے اور عراقی فوج کے ساتھ گھمسان کی جنگ کے دوران دریائے فرات کی دوسری جانب امریکہ کے درجنوں ٹینک اور جنگی گاڑیاں تباہ کر دی گئی ہیں اور میدان جنگ کو امریکی ٹینکوں کا قبرستان بنا دیا گیا ہے...... بھارت نے 150 کلومیٹر تک زمین سے زمین پر مار کرنے والے ایٹمی ہتھیار لے جانے کی صلاحیت رکھنے والے پرتھوی میزائل کا تجربہ کیا ہے۔ یہ میزائل ایک ٹن وار ہیڈ لے جا سکتا ہے۔

28 مارچ' جمعہ: (جنگ کا نواں دن) برازیل میں دارالحکومت ریوڈی جینز کی سٹی کونسل نے امریکی صدر بش کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے دیا...... امریکی صدر بش اور برطانوی وزیراعظم بلیئر نے کیمپ ڈیوڈ میں ملاقات کی اور مختصر ترین پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ خواہ کتنے بھی مہینے لگیں' صدام کے خاتمے تک جنگ جاری رہے گی۔ دونوں رہنماؤں نے اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ صدام حسین بغداد میں "سٹالن گراڈ" سٹائل اپنا سکتے ہیں...... ناصریہ میں ری پبلیکن گارڈز کا شب خون' 100 امریکی مار دیئے۔ بغداد اور دوسرے شہروں پر اتحادی طیاروں کی شدید بمباری۔ کرد علاقے میں ایک ہزار امریکی چھاتہ بردار اتار دیئے...... عراقی نائب صدر طہٰ یاسین نے اعلان کیا کہ بغداد میں جنگ ہوئی تو اتحادی فوجوں کے لئے پنڈورا بکس کھل جائے گا اور یہ جنگ ان کے لئے ڈراؤنا خواب بن کر رہ جائے گا۔ وہاں فضائی حملوں کے بہترین دفاع کے علاوہ ایلیٹ ری پبلیکن گارڈز کے تین ڈویژن موجود ہیں جو پچاس لاکھ کی آبادی کے اس شہر کے گرد اعلیٰ ٹیکنالوجی کے حامل جارح کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسے صومالیہ کے دارالحکومت مغادیشو کی لڑائی یاد آ جائے گی جہاں سے امریکیوں کی لاشیں بوریوں میں بند ہو کر آئی تھیں۔

29 مارچ' ہفتہ: (جنگ کا دسواں دن) امریکی محکمہ دفاع نے کہا ہے کہ امریکی فوج کم پڑ گئی ہے' اس لئے مزید ایک لاکھ 20 ہزار فوجی آ رہے ہیں۔ تازہ دم فوج کی لڑائی میں شمولیت کے لئے ابھی کئی ہفتے لگیں گے...... روس نے خبردار کیا ہے کہ عراق کی جنگ نتائج کے اعتبار سے علاقائی تصادم بنتی جا رہی ہے' لہٰذا اسے فوری طور پر بند کر دیا جائے۔ روسی پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے روسی صدر پوٹن نے کہا کہ اتحادیوں کا عراق پر حملہ سنگین سیاسی غلطی ہے...... امریکی وزیر دفاع رمز فیلڈ نے شام اور ایران کو سخت وارننگ دی ہے کہ وہ عراق کی مدد کرنے سے باز آ جائیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ شام سمندر کے راستے عراق کو فوجی ساز و سامان فراہم کر رہا ہے جن میں اندھیرے میں دیکھنے والی

(باقی صفحہ 7 پر)

factors in isolation: they indicate a mode of thinking, a belief system that is not only bigoted but deliberately evades the causes of the world's problems and aims to provide cover for exploitative and hateful US policies towards Muslims.

It must go without saying that anti-Islam propaganda has led to a social phenomenon which is as much harmful as the economic sanctions, invasions, bombings and occupations. Across the world the unjust treatment of Muslims in places such as Iraq, Palestine, etc has shown itself capable of triggering responses of compassion, solidarity and support, bringing out the best in Western people, their families and communities. But the effects of the anti-Islam propaganda are also so obvious in the form of stigma and invisible discrimination, as individuals considering it a war on Islam have been rejected by their associates, their loved ones and their communities in the West.

Unfortunately, authors of the war are calling is a war on Islam, but its victims are stigmatised if they say so. Stigma is used to marginalize, exclude and exercise power over Muslims who think so. While the societal rejection of certain Islamic symbols and groups may predate the recent conflict, the public demonization of Islam has, in many cases, reinforced this stigma. By blaming certain individuals or groups, society can excuse itself from the responsibility of caring for Muslims as a whole. This is seen not only in the manner in which Muslims are often viewed as the source of violence and bringing extremism to the West, but also in how Muslims are denied equal opportunity and access to the services and treatment they need.

Country after country would become victim of US aggression and laws, rules and policies would further increase stigmatisation of Muslims in non-Muslim countries with the continued denial that the US is bent upon defeating Islam. The worldwide wave of protest would bring not fruits until it is recognised that the US administration is engaged in an irresponsible religious war.

References

1: William Pfaff, Totalitarian Thinking, IHT, Thursday, December 5, 2002.

2. Joseph Sobran, The losing War, January 2003, see http://www.sobran.com/losingwar.shtml

3: Associate Press, "Falwell Calls Muhammad a Terrorist," October 4, 2002, See http://www.nytimes.com/2002/10/04/national/04FALW.html?ex=1034733929&ei=1&en=6f3ed8c443977c8b.

4: Ralph Peters, Turn East From Mecca: Islam's Future Will Be Decided on Its Frontiers, Washington Post, Sunday, December 1, 2002; Page B01.

5: Yossi Klein Halevi, "Islam's Outdated Domination Theology," Los Angeles Times, December 4, 2002

6: Thomas L. Friedman, An Islamic Reformation, New York Times, December 04, 2002.

7:Charles Krauthammer, Violence and Islam, Washington Post, Friday, December 6, 2002; Page A45.

8: Robert Tracinski, A War against Islam, Ayan Rand Institute, 2001, see http://www.aynrand.org/medialink/columns/rt102901.shtml

9: Anthony T. Sulliva, American policy and Islam, Washington Times, March 18, 2002.

10: Ignacio Ramonet, "An enemy: At last," Le Monde Diplomatique, October 2001

11: Joseph Farah, Are we at war with Islam?, World Net Daily, June 25, 2002. see http://www.worldnetdaily.com/news/article.asp?ARTICLE_ID=28074.

12: Randall Price, Are We at War with Islam? See http://www.worldofthebible.com/newslett.htm

and

http://www.albatrus.org/english/lien_from_oz/are_we_at_war_with_islam.htm

13: James O. Goldsborough, "Beginning a modern religious war," San Diego Union-Tribune, March 3, 2003.

14: "Defining the enemy," Editorial, Washington Times, July 2, 2002

چشم کشا

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

خوئے بدرا بہانہ بسیار!

امریکہ کی جانب سے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر فی الفور اسامہ بن لادن کو نائن الیون کے واقعہ کا ذمہ دار ٹھہرائے جانے کے باوجود ہنوز یہ معاملہ صیغۂ راز میں ہے کہ اس کے اصل مجرم کون ہیں جس کی سب سے بڑی وجہ خود امریکی حکومت کی وہ رازدارانہ پالیسی ہے جس کے تحت پہلے اس نے افغانستان کو تاخت وتاراج کیا' اب عراق کو تباہ و برباد کرنے کے بعد پوری دنیا' خصوصاً مسلم ممالک کو نیست و نابود کرنے کی تیاری کر چکی ہے لیکن اپنے اس الزام کا ثبوت فراہم کرنے پر اس نے آج تک کوئی توجہ نہیں دی' جس کے تحت وہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں پر چڑھ دوڑی ہے جو کہ اس کے لئے ہرگز کوئی مشکل کام نہیں بلکہ الٹا اس نے اس واقعہ سے متعلق پیدا ہونے والے سوالات کو دبانے کا اہتمام کیا ہے' جس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اول روز سے اس واقعہ میں اسرائیل کے ملوث ہونے کے اشارے ملنے شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں مختلف قیاس آرائیاں ہوتی رہی ہیں جن میں بظاہر خاصا وزن بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت امریکہ بہادر پر پوری دنیا کو مفتوح کرنے کا بھوت سوار ہے اور اس کے سامنے کسی میں اتنا دم خم نہیں ہے کہ یہی پوچھ لے کہ حضور ہمارا قصور تو بتائیں' اس لئے قہر درویش بر جان درویش کے مصداق کسی کے پاس اپنی باری کا انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ورنہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی باقاعدہ ایک سوچی سمجھی سکیم کا حصہ دکھائی دیتی ہے۔ اس خیال کو ''نیوز ویک'' کے 31 مارچ 2003ء کے شمارہ میں **The 12 years ITCH-Road to war** کے عنوان سے شامل رپورٹ کی اس حصہ سے مزید تقویت ملتی ہے جو درج ذیل ہے:

In January 2001, just before Bush's Inauguration, the then Secretary of Defense-designate Rumsfeld told the president-elect that a crisis would surely come, somewhere in the world and the world would be watching how the new president would respond. According to Rumsfeld, Bush responded that he was ready to lean forward, to erase any impression of American softness. It took almost no time after the planes plowed into the World Trade Centre and the Pentagon after 9-11. By nightfall, Bush had decided that he was going to strike back against Al Qaeda in Afghanistan- not with a few cruise missiles, like his predecessor Bill Clinton, but with the full force of the military.

''بش صاحب کی تقریب رونمائی سے متصلاً قبل' جنوری 2001ء میں اس وقت کے نامزد سیکرٹری دفاع رمز فیلڈ **Rumsfeld** نے صدر منتخب کو بتایا کہ دنیا کے کسی حصہ میں ایک بحران کا پیدا ہونا لازمی امر ہے جس پر دنیا والے دیکھیں گے کہ نئے صدر صاحب اس سے کس طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ رمز فیلڈ کا کہنا تھا کہ بش نے جواب دیا کہ وہ کسی بھی ایسے تاثر کو ملیامیٹ کرنے کے لئے تیار کھڑے ہوں گے جس سے امریکیوں کی نرمی ظاہر ہوتی ہو۔ نائن الیون کو جونہی ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون میں جہازوں کے گھس آنے کا واقعہ پیش آیا' تو رات ہونے سے پہلے صدر صاحب افغانستان میں القاعدہ کے خلاف حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے' سابق صدر کلنٹن کی طرح صرف چند کروز میزائل داغنے کا نہیں (اگرچہ وہ بھی کفایت کرتے) بلکہ پوری امریکی فوجی طاقت دکھانے کا۔''

اسے کہتے ہیں...... کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ کیا اب بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ گئی ہے؟ لیکن کبھی ہم نے سوچا کہ امریکہ جیسا مہذب' امن کا پجاری' جمہوریت کا علمبردار ملک تمام نیک نامیوں کا تاج اتار پھینک کر یک دم خونخوار درندہ کا روپ دھار کر بے چارے مسلمانوں پر پل پڑا ہے؟

اللہ سے ہماری بدعہدی اور نافرمانی کی ہمیں سزا دینے کے لئے!

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.12

Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

The Consequences of Denial

The recent wave of unprecedented anti-war protests could not stop bloodshed in Iraq and will never bear any fruit as long as we do not stop denying what the US administration has so explicitly declared — a war on Islam.

Besides failure of global protests, Muslims are facing grave consequences of this denial of reality. From the moment some leading Americans identified Islam as a source of violence, social responses of fear, denial, stigma and discrimination are haunting the Muslims who happen to believe that the US led misnomer adventures are, in fact, battles of a wider and irresponsible religious war.

Many Westerners have wholeheartedly participated in anti war protests. But they reject the argument that this is a war on Islam. Most importantly, they are not interested to know, ***why*** majority of Muslims believe so. Instead they insist only on having a 'yes' or 'no' answer from Muslims to the question: Do you believe it is a war on Islam? Discrimination then follows if the answer is 'yes' and spreads rapidly, fuelling anxiety and prejudice without any attempt to know the ***why*** part of the argument.

I have tried it myself but let us do it together and agree that this is not a war on Islam — a self-consoling assumption — and hope this is not. However, do we have a better answer or definition to the following questions other than 'because it is a war on Islam?'

1: Why do influential figures as Eliot Cohen of the Johns Hopkins School of Advanced International Studies and Kenneth Adelman of the Defence Department advisory policy board, a former Reagan administration official, criticize Bush for his efforts to assure Muslims that his war is against terrorism, not against their religion?[1] These influential policy-makers have yet to explain the meaning of their "war against Islamic civilization."

2: Do critics of Bush, such as Denial Pipes and Thomas Friedman, not believe that Islam is intolerant, hostile to Western values, proselytizing, expansionist and violent? Do they not prove that Islam itself is America's enemy? What does their belief mean?

3: What does the drawing with Joseph Sobran's January 2003 article mean in which threat of Islam is depicted in the form of a burning fuse of star and crescent which is about to detonate the globe? [2]

4: Why the implicit argument in almost all the American commentaries on international affairs is that Islam was hostile to the West before Israel came into existence, hence that the Israel-Palestine conflict has nothing to do with Islam's crisis with the West?

5: Why the evangelical Protestant clergyman who was part of the Bush's inauguration in 2001 asserts that Islam is an "evil"? Jerry Falwell, a conservative Baptist, said in the interview with CBS programme 60-Minutes that he had concluded that the prophet of Islam "was violent man, a man of war."[3]

6: Why do writings of leading analysts treat Islamic civilisation — a cultural phenomena — like a responsible political entity? Why do they identify members of Islamic civilization not in terms of their actions but in terms of what they are and what they believe — just as the Jews were collectively identified as Germany's enemies, deserving elimination?

7: Why persons like Ralph Peters are trying to make the world believe that "entire [Islamic] religious civilization...must change if it is to survive economically and culturally"?[4] Instead of blaming individuals, or a particular phenomenon, why are we force by leading news papers, such as *LA Times* to read: "Islam's outdated domination theology" needs to be defeated to "give peace a chance"?[5] Why so many others like Friedman love to worship Huntington's rotten theory and try to make others believe that an "understanding [of a 'different Islam'] is the necessary condition for preventing the brewing crisis between Islam and the West from turning into a war of civilizations"?[6]

What is at the back of their mind when they attempt to link "Violence and Islam" like Charles Krauthammer, who praises Huntington and declares: "There is no denying the fact... that 'Islam has bloody borders.'"?[7] This is how they fell into pernicious fallacy that civilizations, which are cultural phenomenon, can be treated as if they were responsible political entities. Does it not reduce Muslims identification to merely what they are rather than what they do?

8: What to do with Robert Tracinski, who clearly states: "Politicians, the press, and academics have rushed to declare that this is not a war between Islam and the West. Islam, we have been told again and again, is really 'a religion of peace.' Perhaps the reason we have to be told this so many times is because it so obviously contradicts the facts"?[8]

Furthermore, Anthony T. Sulliva, an associate at the Center for the Study of the Middle East and North Africa, admits: "There is the policy posture that suggests Washington's agreement with the notion that Islam is inherently a 'fanatic' religion. This belief was recently given voice by former British Prime Minister Margaret Thatcher, echoing earlier comments by American officials."[9] And Ignacio Ramonet declared in *Le Monde* as early as 2001: "You enjoyed anti-communism. You're going to love anti-Islamism."[10] And the taste of it lies in the media pieces constructed around the argument: "Are we at war with Islam? Most definitely not. But, Islam is at war with us. In fact, Islam has been at war with the West... ever since the days of Muhammad."[11]

9: Can we keep on assuming that this is not a war on Islam when persons of authority such as Randall Price, author of Unholy War, keep on telling their people: "In 2002 we ask the question, 'is the US waging a war with Islam?' If it isn't, it should be"?[12]

10: Where do the countless cases of implicit value judgements lead us to whereby comparison of "Evil vs Good" is made? For instance, in an interview on Cal Thomas radio November 2001, Attorney General John Ashcroft said: "Islam is a religion in which God requires you to send your son to die for him. Christianity is a faith where God sent his Son to die for you."

11: How can we suppose otherwise when the American commentators clearly state that this is "the first US religious war."[13] And that there is no difference between differently labelled Muslim groups. In a seminar on "the identity of our enemy," Danial Pipes said: "Distinguishing between 'mainstream Islamists and fringe ones is like making a distinction between mainstream Nazis and fringe Nazis." As he put it, "They're all gunning for the same totalitarian goals, and which methods they're using at this moment I don't consider very important at all."[14]

One cannot look at the above mentioned